ماہنامہ

خواتین

شعبان المعظم 1446ھ فروری 2025ء

جلد: 4 شمارہ: 02

ویب ایڈیشن

شبِ براءت کے انتہائی اہم نوافل

شبِ براءت کی عبادت سے متعلق دورِ اسلاف سے لے کر اب تک صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ معمول چلا آرہا ہے کہ اس رات نمازِ مغرب کے بعد 6 رکعتیں دو دو کرکے ادا کی جائیں، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور چھ بار سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔ ہر دو رکعات کے بعد ایک بار سورۂ یٰسٓ اور دعائے نصف شعبان پڑھی جائے۔ پہلی دو کے ذریعے اللہ پاک سے عمر میں برکت، دوسری دو کے ذریعے رزق میں برکت اور تیسری دو رکعات کے ذریعے اچھے خاتمے کا سوال کیا جائے۔ اسلافِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ذکر فرمایا ہے کہ جو اس طریقے کے مطابق یہ نوافل ادا کرے گا اس کی مذکورہ حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ مزید فرماتے ہیں: یہ معمولاتِ مشائخ میں سے ہے۔[1]

دُعائے نصف شعبانُ المعظم

اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمَنِّ وَلَا يُمَنُّ عَلَيْهِ ط يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط يَا ذَا الطَّوْلِ وَالْاِنْعَامِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ط ظَهْرُ اللَّاجِيْنَ ط وَجَارُ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ ط وَاَمَانُ الْخَآئِفِيْنَ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِيْ عِنْدَكَ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ شَقِيًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقَتَّرًا عَلَيَّ فِي الرِّزْقِ فَامْحُ اللّٰهُمَّ بِفَضْلِكَ شَقَاوَتِيْ وَحِرْمَانِيْ وَطَرْدِيْ وَاقْتِتَارَ رِزْقِيْ ط وَاَثْبِتْنِيْ عِنْدَكَ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ سَعِيْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَيْرَاتِ ط فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فِيْ كِتَابِكَ الْمُنْزَلِ ط عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكَ الْمُرْسَلِ ط ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (۳۹)﴾[2] اِلٰهِيْ بِالتَّجَلِّي الْاَعْظَمِ ط فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ الْمُكَرَّمِ ط اَلَّتِيْ يُفْرَقُ فِيْهَا كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ وَّيُبْرَمُ ط اَنْ تَكْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ وَالْبَلْوَاءِ مَا نَعْلَمُ وَمَا لَا نَعْلَمُ ط وَاَنْتَ بِهٖ اَعْلَمُ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ط وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥

(1) اتحاف السادۃ المتقین، 3/708 (2) پ13، الرعد: 39

فہرست

حمد و نعت	مناجات و نعت	امیرِ اہلِ سنت / مفتی احمد یار خان نعیمی	2
پیغامِ بنتِ عطار	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 28)	بنتِ عطار باجی	3
تفسیرِ قرآنِ کریم	مردے سنتے ہیں	اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ	6
شرحِ حدیث	فال کی حقیقت	بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ	8
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی اپنی رضاعی ماؤں سے محبت	بنتِ مختار احمد / بنتِ ایاز خان	11
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلام رضا	بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ	13
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	15
عبادات	ماہِ شعبان کی عبادات	اُمِّ غزالی عطاریہ	17
اسلام اور عورت	بیٹیوں کے لئے تعلیمی ادارے کا انتخاب	اُمِّ میلاد عطاریہ	20
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	دار الافتاء اہلِ سنت	22
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	دار الافتاء اہلِ سنت	24
ازواجِ انبیا	حضرت عائشہ کے اعلیٰ اوصاف (قسط 7)	شعبہ ماہنامہ خواتین	25
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	بابرکت وقت	اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ	29
رسم و رواج	رخصتی (قسط 2)	بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ	30
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادات (قسط 6)	بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ	32
اخلاقیات	شوہر کی فرمانبرداری	اُمِّ انس عطاریہ	34
اخلاقیات	شوہر کی نافرمانی	بنتِ الیاس	36
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	بنتِ مدثر عطاریہ	38

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون: مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر: ابو اذلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

حمد و نعت

مناجات

سر ہے خم ہاتھ میرا اُٹھا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے

سر ہے خم ہاتھ میرا اُٹھا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے
فضل کی رحم کی التجا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

تیرا انعام ہے یاالٰہی کیسا اکرام ہے یاالٰہی
ہاتھ میں دامنِ مصطفٰے ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

عشق دے سوز دے چشمِ نم دے مجھ کو میٹھے مدینے کا غم دے
واسطہ گنبدِ سبز کا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

ہوں بظاہر بڑا نیک صورت کر بھی دے مجھ کو اب نیک سیرت
ظاہِر اچھا ہے باطن برا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

میرے مرشِد جو غوثُ الوریٰ ہیں شاہ احمد رضا رہنما ہیں
یہ ترا لطف تیری عطا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

یاخدا ایسے اسباب پاؤں کاش مکے مدینے میں جاؤں
مجھ کو ارمان حج کا بڑا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

یاالٰہی کر ایسی عنایت دیدے ایمان پر استقامت
تجھ سے عطّار کی التجا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص134

نعت

تم ہی ہو چین اور قرار دلِ بے قرار میں

تم ہی ہو چین اور قرار دلِ بے قرار میں
تم ہی تو ایک آس ہو قلبِ گنہگار میں

روح نہ کیوں ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

قبر کی سونی رات ہے کوئی نہ آس پاس ہے
اک تیرے دم کی آس ہے قلبِ سیاہ کار میں

فیض نے تیرے یا نبی کردیا مجھ کو کیا سے کیا
ورنہ دھرا ہوا تھا کیا مٹھی بھر اس غبار میں

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

سالکِ رُو سیہ کا منہ دعویٰ عشقِ مصطفٰے
پائے جو خدمتِ بلال آئے کسی شمار میں

از: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

دیوانِ سالک، ص16

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 28)

حدیثِ پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے تین بار یوں دعا فرمائی: میرے نائبوں پر اللہ پاک کی رحمت ہو۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! آپ کے نائب کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ جو میری سنت کو زندہ کرتے اور اسے اللہ پاک کے بندوں کو سکھاتے ہیں۔[1]

سنت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیّد شریف جرجانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سنت کا لغوی معنی ہے طریقہ، اب چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ جبکہ شرعی طور پر سنت اس دینی طریقے کو کہتے ہیں کہ جو فرض و واجب نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اس پر عمل کیا ہو اور کبھی کبھی چھوڑ بھی دیا ہو۔ اگر ہمیشہ کرنا عبادت کی غرض سے ہو تو اسے سنّتِ مُؤکّدہ کہتے ہیں اور اگر عادت کے طور پر ہو تو اسے سنّتِ غیر مُؤکّدہ کہتے ہیں۔ سنّتِ مُؤکّدہ پر دین مکمل ہونے کے لئے عمل کیا جاتا ہے اور اس کا چھوڑنا مکروہ یا اِساءت یعنی برا ہوتا ہے۔ جبکہ سنّتِ غیر مُؤکّدہ پر عمل کرنا اچھا ہوتا ہے، ان کے چھوڑنے میں ناپسندیدگی اور اساءت یعنی برائی نہیں ہوتی جیسا کہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور لباس میں حضور کے طریقے کو اپنانا۔[2] مذکورہ حدیثِ پاک اور اس کے تحت سنت کی تعریف کی روشنی میں اگر امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کی ذات عشقِ رسول کی چاشنی میں ڈوبی ہوئی ہے اور آپ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سچے نائب ہیں، کیونکہ آپ نہ صرف خود سنتوں سے محبت کرتے ہیں بلکہ اپنے مریدین، محبین اور تمام مسلمانوں کو بھی سنتیں سکھاتے اور انہیں بھی راہِ سنت اپناتے دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کا واضح ثبوت آپ کے نوکِ قلم سے لکھے گئے سنتوں کی آگاہی و ترغیب پر مشتمل مختلف رسائل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی 63 نیک اعمال کا رسالہ بھی ہے جس میں آپ نے خواتین کو سنتوں کی جانب راغب کرنے کے لئے بالخصوص سوال نمبر 28 میں ذکر فرمایا ہے: کیا آج آپ نے کچھ نہ کچھ سنتوں پر عمل کیا؟ (مثلاً گھر میں آنے جانے، سونے جاگنے، قبلہ رخ بیٹھنے وغیرہ)

بلاشبہ حقیقی کامیاب زندگی وہی ہے جو حضور کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے گزرے اور ایسا کرنے کا حکم خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ تم پر میری سنت لازم ہے۔[3] چنانچہ حضور کی سنتوں پر عمل سعادت ہی نہیں، بلکہ دنیا و آخرت کی ڈھیروں بھلائیوں کے حصول کا ذریعہ اور بخشش و نجات کا سبب بھی ہے، جیسا کہ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: حضرت علی بن حسین بن حَدّاء عُکْبَری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہِبَۃُ اللہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ یعنی اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اللہ پاک نے میری مغفرت فرما دی۔ عرض کی: کس سبب سے؟ تو انہوں نے راز دارانہ انداز میں کہا: سنت (پر عمل) کی وجہ سے۔[4]

یقیناً یہ زندگی ہمارے لئے ایک نعمت ہے اور ہمیں زندگی

کے اس سفر میں ہر لمحے کوئی نہ کوئی کام کرنا ہوتا ہے، مثلاً کھانا پینا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اور سونا جاگنا وغیرہ، لہٰذا اگر ہمارا جینا مرنا اور سونا جاگنا حضور کی سنتوں کے مطابق ہو جائے اور ہم یہ سب کام سنت کے مطابق کریں تو ہمارا ہر کام باعثِ ثواب و عبادت بن جائے گا اور ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں ہو گا جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔[5]

جو خواتین عشقِ سرکار کی دولت سے مالا مال اور سنتِ مصطفےٰ کی حقیقی معنیٰ میں آئینہ دار ہوں، کامیاب و کامران اور زندگی کی معراج پا جاتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے معمولات سنت کے مطابق سرانجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم اپنے عشقِ رسول کے دعوے میں سچی ثابت ہوں اور ہمارا ہر عمل کارِ ثواب بن جائے۔

سنت کے مطابق میں ہر اک کام کروں کاش
تُو پیکرِ سنت مجھے اللہ! بنا دے

مذکورہ نیک عمل نمبر 28 میں جن چند کاموں کی سنتوں پر عمل کی ترغیب دلائی گئی ہے، ان کاموں سے متعلق چند سنتوں کا ذکر امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے رسالے 101 مدنی پھول میں فرمایا ہے، اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب

- گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت مخصوص دعائیں پڑھنے کے بعد سلام کیجئے، گھر سے نکلنے کی دعا: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔[6] گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا۔[7]
- گھر میں داخل ہوں تو دعا کے بعد گھر والوں کو سلام کیجئے، پھر بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیجئے، اس کے بعد سورۂ اخلاص شریف پڑھئے۔ ان شاء اللہ روزی میں برکت ہو گی اور گھریلو جھگڑوں سے بچت بھی۔
- اگر ایسے مکان (خواہ اپنے خالی گھر) میں جانا ہو کہ اس میں کوئی نہ ہو تو یہ کہئے: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔[8]
- کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہیں تو پہلے اجازت طلب کیجئے، اگر اجازت نہ ملے تو بخوشی لوٹ جائیے؛ ہو سکتا ہے کسی مجبوری کے تحت صاحبِ خانہ نے اجازت نہ دی ہو!
- جب کسی کے دروازے پر دستک دیں تو یہ پوچھنے پر کہ کون ہے؟ اپنا نام بتائیے، میں ہوں! دروازہ کھولو وغیرہ کہنا سنت نہیں۔
- دروازے سے ہٹ کر کھڑی ہوں تاکہ دروازہ کھلتے ہی گھر کے اندر نظر نہ پڑے، کہ کسی کے گھر میں جھانکنا منع ہے۔
- واپسی پر اہلِ خانہ کے حق میں دعا بھی کیجئے، شکریہ بھی ادا کیجئے اور سلام بھی۔

سونے جاگنے کی سنتیں

- سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تاکہ کوئی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے اور سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا۔[9]
- عصر کے بعد نہ سوئیں کہ عقل ضائع ہونے کا خوف ہے۔ ایک روایت میں ہے: جو عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل چلی جائے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔[10]
- دوپہر کو قیلولہ (یعنی کچھ دیر لیٹنا) مستحب ہے۔[11] غالباً یہ ان لوگوں کے لئے ہو گا جو شب بیداری کرتے ہیں، رات میں نمازیں پڑھتے ذکرِ الٰہی کرتے ہیں یا کتب بینی یا مطالعے میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہوئی قیلولہ سے دفع ہو جائے گی۔[12]
- دن کے ابتدائی حصے میں سونا یا مغرب و عشا کے درمیان میں سونا مکروہ ہے۔[13]

❖ مستحب ہے کہ باطہارت سوئے۔

❖ کچھ دیر سیدھی کروٹ پر سیدھے ہاتھ کو رخسار یعنی گال کے نیچے رکھ کر قبلہ رُو سوئے، پھر الٹی کروٹ پر۔

❖ سوتے وقت قبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہو گا سوائے اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہو گا۔

❖ سوتے وقت یادِ خدا میں مشغول ہو، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، سُبْحٰنَ اللّٰہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا ورد کرتی رہے یہاں تک کہ سو جائے کہ جس حالت پر انسان سوتا ہے اُسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اُسی پر اٹھے گا۔

❖ جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْۤ اَحْیَانَا بَعْدَ مَاۤ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔[14]

❖ اُسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیز گاری کروں گی، کسی کو نہیں ستاؤں گی۔[15]

❖ جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کو الگ الگ سلانا چاہیے۔[16]

❖ میاں بیوی جب ایک چارپائی پر سوئیں تو دس برس کے بچے کو اپنے ساتھ نہ سلائیں، لڑکا جب حدِّ شہوت کو پہنچ جائے تو وہ مرد کے حکم میں ہے۔[17]

❖ نیند سے بیدار ہو کر مسواک کیجئے اور اگر تہجد ادا کریں تو یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

قبلہ رخ بیٹھنے کی سنتیں اور آداب

قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی سنت ہے کہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اکثر قبلہ رخ تشریف فرما ہوتے[18] اور اس کی ترغیب بھی دلاتے تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں مروی ہے کہ بیٹھنے کی جگہوں میں سب سے عزت والی بیٹھک وہ ہے جس میں قبلے کی طرف رخ کیا جائے۔[19] ایک اور روایت میں ہے: ہر چیز کے لئے بزرگی ہے اور بیٹھکوں کا شرف یہ ہے کہ ان میں قبلے کو منہ کیا جائے۔[20]

ہمارے بزرگانِ دین قبلہ رخ بیٹھنے اور اپنی چیزوں کا رخ قبلہ کی جانب رکھنے کا خوب اہتمام کرتے تھے، چنانچہ حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اپنے وضو کا برتن (لوٹا) بھی قبلہ رو رکھتے تھے۔ نیز امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہر چیز کا رخ جانبِ قبلہ رہے۔[21] ہمیں بھی چاہیے کہ مطالعہ اور ذکر و درود وغیرہ کے وقت اپنے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف رکھ کر کام کریں اور قبلہ رو بیٹھ کر اس پیاری سنت کو ادا کر کے ڈھیروں ثواب حاصل کر سکیں۔

سنت پر عمل کے فائدے

سنت پر عمل کرنے کی بے شمار حکمتیں ہیں مثلاً پانی بیٹھ کر پینا سنت ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ پانی دونوں گردوں میں جاتا ہے جبکہ کھڑے ہو کر پینے سے ایک گردے میں جاتا ہے جس سے دوسرا اگر دہ فیل ہونے کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح مسواک کرنا بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ مسواک کرنے سے بلغم دور ہو جاتا ہے، عقل بڑھ جاتی ہے اور آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ اس طرح ہر سنت میں کوئی نہ کوئی حکمت موجود ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سنتوں پر پابندی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

محمد کی سنت کی الفت عطا کر میں ہو جاؤں ان پر فدا یا الٰہی
میں سنتوں کی دھومیں مچاتی رہوں کاش! تو دیوانی ایسی بنا یا الٰہی

(1) جامع بیان العلم وفضلہ، ص66، حدیث: 201 (2) التعریفات، ص88 (3) ابو داود، 4/267، حدیث: 4607 (4) سیر اعلام النبلاء، 13/270، رقم: 3788 (5) تاریخ ابن عساکر، 9/343 (6) ابو داود، 4/420، حدیث: 5095 (7) ابو داود، 4/421، حدیث: 5096 (8) الشفا، 2/67 (9) بخاری، 4/196، حدیث: 6325 (10) مسند ابی یعلی، 4/278، حدیث: 4897 (11) فتاویٰ ہندیہ، 5/376 (12) بہار شریعت، 5/435، حصہ: 16 (13) بہار شریعت، 5/436، حصہ: 16 (14) بخاری، 4/196، حدیث: 6325 (15) فتاویٰ ہندیہ، 5/376 ملخصاً (16) در مختار، 9/630، 629 (17) در مختار، 9/630 (18) احیاء العلوم، 2/449 (19) مجمع الزوائد، 8/114، حدیث: 12916 (20) مجمع الزوائد، 8/114، حدیث: 12917 (21) جنات کا بادشاہ، ص13، 14

مردے سنتے ہیں

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ۝۸۰ (پ20، النمل:80) ترجمہ: بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں۔

تفسیر

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں کفار کو زندہ ہونے اور حواس درست ہونے کے باوجود مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔[1] بعض حضرات اس آیت سے یہ اِستدلال کرتے ہیں کہ مردے سن نہیں سکتے۔ حالانکہ یہ غلط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کفار کو مردہ فرمایا گیا ہے اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام سننے کی نفی مراد نہیں بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کے لئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاقل بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع (فائدہ) نہیں ہوتا، آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفاء ہے نہ کہ اصلِ سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۸۱ (پ20، النمل:81) ترجمہ: تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔ اور پر ظاہر کہ وعظ و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل، قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام! تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات (مُردوں) کو وعظ سے کوئی فائدہ نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔[3]

ثابت ہوا کہ مذکورہ آیت سے مردوں کا سننا مراد نہیں، بلکہ مردہ دل کفار مراد ہیں، کیونکہ ایک طرح سے مُردوں کا سننا تو خود قرآنِ کریم سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی تھی: یااللہ! مجھے یقین ہے کہ تو مُردوں کو زندہ فرمائے گا لیکن میں یہ منظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا: چار پرندے پالو، پھر ان کو ذبح کرو، قیمہ بنادو، پھر پہاڑ پر کھڑے ہو کر ان کو پکارو وہ پرندے زندہ ہو کر تمہارے پاس آجائیں گے۔ آپ نے یہ سب کیا تو پرندے واقعی زندہ ہو کر آپ کے پاس آگئے۔[4] یہ حکایت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد مردے سنتے بھی ہیں جبھی تو ان مردہ پرندوں کو پکارنے کا حکم دیا گیا۔[5] بلکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بعد مرنے کے سمع، بصر، ادراک (دیکھنا، سننا، سمجھنا) عام لوگوں کا یہاں تک کہ کفار کا زائد ہو جاتا ہے اور یہ تمام اہلِ سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔[6]

نیز کثیر احادیث سے مردوں کا سننا بھی ثابت ہے، مثلاً غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کی لاشیں کنویں میں ڈال دی گئی تھیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم وہاں تشریف لے گئے

اور ان کفار کو پکارا: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ پاک اور اس کے رسول کے وعدے کو سچا پایا؟ بے شک میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ ایسے جسموں سے کیسے کلام کر رہے ہیں کہ جن میں روحیں نہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ اس گفتگو کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے پلٹ کر جواب دیں۔[7]

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی مروی ہے کہ ان کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جہاں انسان اور چرند پرند وغیرہ کوئی بھی زندہ نہ تھا، آپ کچھ دیر کھڑے رہے، پھر اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا: یہ سب اللہ پاک کے عذاب سے ہلاک ہوئے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک ساتھ نہ مرتے۔ پھر آپ نے ان مردوں کو جب اے بستی والو! کہہ کر پکارا تو ان میں سے ایک نے جواب دیا: لَبَّیْكَ یَارُوحَ اللہ![8] اس سے بھی معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں اسی لئے انہوں نے جواب میں لبیک کہا۔ نیز ایک روایت میں ہے: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے دفن کر کے پلٹتے ہیں تو یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔[9] اسی طرح ایک روایت میں ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے: مجھے آگے بڑھاؤ! اور اگر بُرا ہوتا ہے تو کہتا ہے: ہائے خرابی! کہاں لئے جاتے ہو؟ انسان کے علاوہ ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔[10]

نیز یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ مولانا حَسن بن عمّار شُرُنبُلَالِی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جوتے کی آواز سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے۔[11] بلکہ حضرت قاسم بن مُخَیْمَرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: اے شخص! مجھ سے دور ہو! مجھے تکلیف نہ دے۔[12]

یاد رکھیے! مردے سنتے ہیں بلکہ ان میں سننے کی صلاحیت چاہے وہ مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد بڑھ جاتی ہے کیونکہ دنیا کا معمول تو یہ ہوتا کہ بندہ کام کاج اور دنیاوی سوچوں میں مشغول ہوتا ہے، اس لئے کسی کی بات بعض اوقات توجہ سے سن نہیں پاتا۔ جو انسان مر جاتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، اس لئے مُردہ قبر میں آنے والے تمام انسانوں کی آوازوں کو سنتا اور پہچانتا ہے۔ جب عام مومن اور کافر کا یہ حال ہے کہ اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے تو انبیائے کرام اور اولیائے کرام کہ جو اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ تو بدرجۂ اَولیٰ پکارنے والے کی پکار سننے والے ہیں اور مجبور و بے بس کی فریاد کو پہنچنے والے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ مردے نہیں سنتے، ان کے اپنے عقائد ڈانواں ڈول ہیں اور وہ آیاتِ قرآنیہ کی غلط تاویلیں بیان کرتے ہیں۔ فقہ کے اصولوں میں پہلا اصول قرآنِ پاک ہے۔ اگر قرآنِ پاک سے کسی مسئلے کی وضاحت نہ ملے تو حدیثِ مبارک کی طرف رجوع کا حکم ہے اور کئی احادیث میں مردوں کے سننے کا واضح ذکر موجود ہے۔ اب قرآن میں جہاں پر مُردوں کے نہ سننے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کفار زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں اور نصیحت قبول کرنے کے لحاظ سے بے جان ہیں ورنہ سنتے تو ہیں مگر ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔ مردے سنتے ہیں یا نہیں اس متعلق فتاویٰ رضویہ جلد 9 کو پڑھنا مفید ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں عقائد کی مضبوطی و درستی کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر نسفی، ص 856 (2) تفسیر صراط الجنان، 7/236 ملخصاً (3) فتاویٰ رضویہ، 9/701 (4) تفسیر قرطبی، 2/228، جزء: 3 (5) ٹینشن کا علاج، ص 11، 12 (6) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص 363 (7) مسلم، ص 1176، حدیث: 7222 (8) حلیۃ الاولیاء، 4/64، رقم: 4762 (9) بخاری، 1/450، حدیث: 1338 (10) بخاری، 1/444، حدیث: 1314 (11) مراقی الفلاح، ص 152 (12) شرح الصدور، ص 301

فال کی حقیقت

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: بد فالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی: فال کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنے۔[1] کسی چیز، شخص، عمل، آواز یا وقت کو اپنے حق میں اچھا یا برا سمجھنے کو فال کہتے ہیں۔[2] نیک فال یا اچھا شگون لینا یعنی کسی چیز کو اپنے لئے باعثِ خیر و برکت سمجھنا مستحب ہے، مثلاً بزرگانِ دین کی زیارت ہونا، بدھ کے دن نیا سبق شروع کرنا، پیر اور جمعرات کو سفر شروع کرنا۔ ہمارے مکی مدنی آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نیک فال لینا پسند تھا۔ نیک فال صرف کسی اچھی بات، نیک انسان کی زیارت یا بابرکت ایام مثلاً ایامِ عید، پیر شریف وغیرہ سے لے سکتے ہیں۔ فال ایک قسم کا استخارہ ہے، استخارے کی اصل احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ مگر فی زمانہ فال نکالنے کے کئی طریقے مختلف کتب وغیرہ بالخصوص جنتریوں وغیرہ میں ملتے ہیں جنہیں فالنامہ کہا جاتا ہے، یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں (مثلاً فالنامہ سلیمانی، فالنامہ پنجتن پاک، فالنامہ قلندری، قرآنی فالنامہ وغیرہ، یہ سب) بے اصل و باطل ہیں۔[3] کیونکہ جو لوگ اس طرح کے فالناموں وغیرہ سے فال نکال کر اپنی قسمت اور اپنے حق میں کسی کام کے اچھا یا برا ہونے کا یقین کر لیتے ہیں ان کا اللہ پاک پر یقین اور اعتماد کمزور ہو جاتا ہے، تقدیر پر بھی ایمان کمزور ہو جاتا اور اللہ پاک کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے، شیطانی وسوسوں کا دروازہ کھلتا ہے، انسان اسی فال کے جواب کو سب کچھ سمجھ کر کامیابی حاصل کرنے کی کوششیں چھوڑ دیتا ہے، یونہی ناکام ہونے کی صورت میں اس کے اسباب و وجوہات پر غور کرنے کے بجائے یہی سمجھتا ہے کہ قسمت میں یہی لکھا تھا۔

فال نکالنا شیطانی کام ہے فال نکالنا شیطانی کام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کفار بھی مختلف طریقوں سے فال نکالا کرتے تھے مثلاً تیروں سے فال نکالنا، پرندے کو اڑا کر ان کے ذریعے فال نکالنا وغیرہ۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں ان کے ایسا کرنے کو شیطانی کام قرار دیا اور ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ (پ7، المائدۃ:90) ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌؕ (پ6، المائدۃ:3) ترجمہ: اور (حرام ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام درپیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکمِ الٰہی جانتے، ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔[4] ان تین تیروں میں سے ایک پر لکھا ہوتا: اَمَرَنِیْ رَبِّیْ (یعنی مجھے میرے رب نے حکم دیا) دوسرے پر نَہَانِیْ رَبِّیْ (یعنی مجھے میرے رب نے روکا) اور تیسرے تیر پر کچھ نہ لکھا ہوتا۔ اگر پہلا تیر نکلتا تو وہ کام کر لیا کرتے، اگر دوسرا نکلتا تو اس کام سے رُک جاتے اور اگر تیسرا نکلتا تو پھر پانسے ڈالتے۔ ان تیروں اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا استعمال جائز نہیں۔[5]

پرندوں سے فال کیسے نکالتے تھے؟ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، جب ان میں سے کوئی شخص کسی

کام کے لئے نکلتا تو وہ پرندے کی طرف دیکھتا اگر وہ پرندہ سیدھی طرف اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر وہ پرندہ الٹی جانب اڑتا تو وہ اس سے بدشگونی لیتا اور لوٹ آتا۔ بعض اوقات وہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خود پرندے کو اڑاتے تھے، پھر جس جانب وہ اڑتا تھا اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق مہم پر روانہ ہوتے یا رک جاتے۔ چنانچہ اسلام نے ان کو اس طریقے سے روک دیا۔[6] جیسا کہ حضرت ابو بُردہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کیجیے جو آپ نے حضور سے خود سنی ہو، تو اُمُّ المومنین نے حضور کا یہ فرمان سنایا کہ پرندہ تقدیر کے مطابق اڑتا ہے۔[7] معلوم ہوا کہ پرندے تقدیر کے مطابق ہی اڑتے ہیں، ان سے کسی قسم کا شگون لینا جائز نہیں، یعنی پرندوں اور جانوروں سے جس طرح برا شگون لینا منع ہے مثلاً یہ سمجھنا کہ کالی بلی نے راستہ کاٹ لیا تو اب یہ کام نہیں ہو گا وغیرہ، اسی طرح نیک فال لینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس کی وجہ امام محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں بیان فرمائی ہے: انسانی روح درندوں اور پرندوں کی روحوں سے زیادہ صاف اور طاقتور ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان کی زبان پر جاری ہونے والے کلمے سے استدلال کرنا (فال لینا) ممکن ہے، لیکن پرندوں کے اڑنے یا درندوں کی کسی حرکت سے کسی بات پر استدلال کرنا (یعنی اچھا یا برا شگون لینا) ممکن نہیں کیونکہ ان کی روحیں کمزور ہوتی ہیں۔[8]

نیک فالی اور بد فالی میں فرق بد فالی لینا شرعاً منع ہے جب کہ نیک فالی جائز و مستحب ہے۔ بد فالی لینا کفار کا طریقہ ہے جبکہ نیک فالی سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا طریقہ ہے۔ بد فالی لینے سے ناامیدی اور سستی پیدا ہوتی ہے جبکہ نیک فال لینے سے اللہ پاک کی رحمت سے امید بڑھتی ہے۔ بد فالی انسان کو ناکامی و نامرادی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ نیک فالی کامیابی اور ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔

فال کھولنا کیسا؟ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ نعیمی میں لکھتے ہیں: فال کھولنا یا فال کھولنے پر اُجرت لینا یا دینا سب حرام ہے۔[9] جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو شخص فال کھولتا ہو لوگوں کو کہتا ہو کہ تمہارا کام ہو جائے گا یا یہ کام تمہارے واسطے اچھا ہو گا یا برا ہو گا یا اس میں نفع ہو گا یا نقصان؟ تو اعلیٰ حضرت نے جواب دیا: اگر یہ احکام قطع ویقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس کی تصدیق کرنے والے کو صحیح حدیث میں فرمایا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ یعنی اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد پر اتاری گئی اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں۔[10]

فال نکالنے کے چند طریقے

قرآن پاک سے فال نکالنا بعض لوگ گمشدہ چیز یا چوری شدہ مال کے متعلق معلومات کرنے کے لئے یٰسٓ شریف یا قرآنِ پاک کی کسی اور سورت سے چور کا نام نکالتے ہیں، یہ طریقے ناپسندیدہ اور نقصان دہ ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اسے چور سمجھ لینا حرام ہے۔ نیز بعض لوگ قرآنِ مجید کا کوئی بھی صفحہ کھول کر سب سے پہلی آیت کے ترجمے سے اپنے کام کے بارے میں خود ساختہ مفہوم نکال کر فال نکالتے ہیں، بریقہ محمودیہ میں قرآنِ پاک سے فال نکالنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔[11] جبکہ حدیقہ ندیہ میں ہے: قرآنی فال، فالِ دانیال اور اس طرح کی دیگر فال جو فی زمانہ نکالی جاتی ہیں نیک فالی میں نہیں آتیں بلکہ ان کا بھی وہی حکم ہے جو پانسوں کے تیروں کا ہے لہٰذا یہ ناجائز ہیں۔[12] اس حوالے سے ایک عبرت ناک حکایت بھی منقول ہے کہ ایک دن ولید بن یزید بن عبدُ الملک نے قرآنِ پاک سے فال نکالی تو جیسے ہی قرآنِ پاک کھولا تو یہ آیت نکلی: وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ (پ13، ابراہیم:15)

ترجمہ: اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش ہٹ دھرم ناکام ہو

گیا۔ تو ولید بن یزید نے قرآنِ پاک کو (معاذاللہ) شہید کر دیا اور اس مفہوم کے اشعار پڑھے: کیا تو ہر سرکش وہٹ دھرم کو دھمکی دیتا ہے (معاذاللہ)، ہاں! میں ہوں وہ سرکش وہٹ دھرم، جب تو قیامت کے دن اپنے رب کے پاس حاضر ہو تو کہہ دینا مجھے ولید نے شہید کیا تھا۔ اس سانحے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد کسی نے ولید کو بے دردی سے قتل کر دیا، اس کے سر کو پہلے اس کے محل، پھر شہر کی دیواروں پر لٹکا دیا گیا۔[13]

زائچہ بنوانا اپنی قسمت کا حال وغیرہ معلوم کرنے کے لئے زائچہ بنوانا مثلاً میرے ساتھ کیا ہوگا؟ یہ کام میرے لئے بہتر ہے یا نہیں؟ یہ بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ ایک قسم کا آسمانی عکس یا نقشہ ہوتا ہے جس میں دیئے گئے وقت اور مقام کے حوالے سے سورج، چاند اور سیاروں کی بارہ بروج میں پوزیشن دی ہوتی ہے۔ زائچے کی کئی اقسام اور کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی درحقیقت ایک طرح کا فال نکالنا ہی ہے اور اس طرح کے زائچوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان سے مال بٹورنے کا ایک طریقہ بن چکا ہے۔ ایک ملک کی وزیر اعظم کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ روزانہ گھر سے نکلنے سے پہلے نجومیوں سے مشورہ کرتی اور زائچہ وغیرہ بنواتی تھی لیکن جس دن موت لکھی ہوئی تھی وہ گھر سے نکلتے ہی اپنے باڈی گارڈز کی گولیوں کا نشانہ بن گئی۔

قسمت کا حال بتانے والی جنتریاں

جس کتاب میں نظامِ سالانہ کی تاریخ وغیرہ کی تعیین کی گئی ہو یعنی وقت کو سیکنڈوں، منٹوں، گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں، فصلوں، سالوں اور صدیوں (بعض ممالک اور زبانوں میں ہزاری) میں ترتیب دیا گیا ہو اسے جنتری کہا جاتا ہے یا پھر جن کتابوں میں نجومی ستاروں کی گردش کا سالانہ حال تاریخ وار درج کرتے ہیں۔[14] انہیں بھی جنتری ہی کہا جاتا ہے۔

جنتری اصل میں تو کیلنڈر کا ہی دوسرا نام ہے جو دنوں، ہفتوں، مہینوں، سالوں وغیرہ کے حساب پر مشتمل ہوتی ہے لیکن آج کل بازار میں جنتری کے نام سے مختلف طرح کے جو کتابچے ملتے ہیں ان میں بہت سی بے اصل اور بے بنیاد چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً قسمت کا حال معلوم کریں، خوابوں کی تعبیریں، اپنا ستارہ معلوم کریں، کون سے ستارے والے کے لئے کون سی چیز مناسب ہے؟ کون سا دن کس کام کے لئے مناسب رہے گا؟ یہ سال آپ کے لئے کیسا رہے گا؟ اس کے علاوہ مختلف قسم کے فالنامے اور زائچے وغیرہ بھی ان میں موجود ہوتے ہیں۔ ان فالناموں اور زائچوں وغیرہ کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اکثر ان کے جوابات مثبت اور دل کو خوش کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔

نئے سال کا آغاز ہونے سے پہلے ہی اس طرح کی جنتریاں دکانوں پہ آجاتی ہیں اور بہت سے لوگ ان کو خریدتے اور ان کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں اکثر باتیں جھوٹی اور بے اصل ہوتی ہیں، لہٰذا ان کو خریدنے اور ان میں درج باتوں پر یقین کرنے سے بچنا چاہیے۔

بعض جنتریوں میں نماز کے اوقات وغیرہ کی بھی معلومات موجود ہوتی ہے، حالانکہ احتیاط اسی میں ہے کہ اوقاتِ نماز مستند نقشہ جات وغیرہ سے ہی دیکھے جائیں۔ جیسا کہ عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے شعبہ فلکیات کے تیار کردہ ملک کے تقریباً تمام شہروں اور کئی بیرون ممالک کے لئے نقشہ اوقاتِ نماز دستیاب ہیں جن کو مکتبۃ المدینہ سے ہدیۃً حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دعوتِ اسلامی کی ایپ Prayer times بھی ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہے۔

---

(1) بخاری، 4/36، حدیث: 5754 (2) بدشگونی، ص10 (3) فتاویٰ رضویہ، 23/397 ماخوذاً (4) تفسیر خزائن العرفان، ص207 (5) بریقہ محمودیہ، الجزء الثانی، ص385 (6) فتح الباری، 11/180 (7) مسند امام احمد، 41/448، حدیث: 25982 (8) تفسیر کبیر، 5/344 (9) تفسیر نور العرفان، ص194 (10) فتاویٰ رضویہ، 23/100 ملتقطاً (11) بریقہ محمودیہ، الجزء الثانی، ص386 (12) حدیقہ ندیہ، 2/26 (13) ادب الدنیا والدین، ص276، 277 (14) بہار شریعت، 1/63، حصہ: 1

حضور کی اپنی رضاعی ماؤں سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 32ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں)

بنتِ مختار احمد (اوّل پوزیشن)
درجہ: دورۃ الحدیث، جامعۃ المدینہ گرلز پاکپورہ جیل روڈ سیالکوٹ

اسلام ہمیں اپنے ماننے والوں کو اور جن کے ساتھ ہمارا تعلق وابستہ ہے ان کے ساتھ اچھا اور محبت بھرا انداز رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے اور خصوصاً اپنی رشتہ داری کے تعلق کو قائم رکھنے کا درس دیتا ہے۔ اسی رشتے میں ایک رشتہ رضاعی ماں کا بھی ہے یعنی جس عورت نے مُدّتِ رضاعت میں کسی بچے کو دودھ پلایا ہو تو وہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں کہلاتی ہے۔ اسلام میں دیگر رشتہ داروں کی طرح رضاعی ماں کو بھی اہمیت حاصل ہے اور اس کے حقوق بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ اگر بات کی جائے ان مقدس خواتین کی جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف پایا تو ان میں سب سے پہلی خاتون پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حقیقی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے بعد یہ سعادت ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت ثُوَیبَہ رضی اللہ عنہا کو ملی اور ان کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے یہ خدمت سر انجام دی۔[1] جن مبارک ہستیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلایا ان میں ایک نام حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بھی ملتا ہے۔[2]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جتنی بھی خواتین نے دودھ پلایا ان کے ایمان کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب ایمان لائیں۔[3]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اندازِ کریمانہ جہاں اپنی مقدس بیویوں، اولادِ پاک، غلاموں، باندیوں اور صحابہ و صحابیات کے ساتھ قابلِ رشک و بے مثال تھا وہیں آپ کا مبارک انداز اپنی رضاعی ماؤں کے ساتھ بھی لاجواب تھا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حقیقی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر شریف چھ سال تھی۔[4] چونکہ حضور نے اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا زیادہ عرصہ نہ پایا تھا اس لئے جب ایک موقع پر آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے تو رونے لگے۔ صحابہ کرام نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: مجھے اپنی والدہ کی شفقت و مہربانی یاد آگئی تھی۔[5]

آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت ثُوَیبَہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو حضور ان کا بہت ادب و احترام فرماتے اور بعدِ ہجرت مدینہ منورہ سے ان کے لئے تحائف بھیجا کرتے تھے۔[6] اسی طرح حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے کہ جب یہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کا ادب و احترام فرماتے اور ان سے محبت بھرا برتاؤ کرتے، مثلاً ایک مرتبہ ان کے آنے پر حضور نے ان کے لئے اپنی مبارک چادر بچھا دی۔[7] ایک مرتبہ آپ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر قحط سالی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرمانے پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں 40 بکریاں اور ایک اونٹ پیش کیا۔[8] جبکہ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا سے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا: اُمُّ اَیْمَنَ اُمِّی بَعْدَ اُمِّی یعنی اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں

کے بعد میری ماں ہیں۔[9] ایک موقع پر آپ کو جنتی ہونے کی خوشخبری یوں عطا فرمائی کہ جو کسی جنتی خاتون سے نکاح کرنا چاہتا ہے وہ اُمِّ ایمن سے نکاح کر لے۔[10]

حضور کا اپنی ماؤں کے ساتھ یہ محبت بھرا انداز ہمارے لئے درس کے بے شمار پہلو رکھتا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک زندگی کے اس پہلو سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بھی اپنے بڑوں خصوصاً والدین کا ادب واحترام کرنا چاہیے اور ان کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہو جانا چاہیے، حضور کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے کبھی والدین کے لئے ہم بھی اپنی چادر بچھا دیں، ان کے سامنے اونچی آواز سے کلام نہ کریں۔ نیز ان کی وفات کے بعد بھی ان کو یاد رکھیں اور ان کو خوب ایصالِ ثواب کرتی رہیں۔ اللہ پاک حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ماؤں کے صدقے ہمیں اپنی ماؤں کی محبت اور ان کی قدر نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ ایاز خان

درجہ: اولیٰ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی رضاعی ماؤں سے بہت ہی محبت فرماتے اور ان کا نہایت ادب و احترام فرماتے تھے۔ حضور کو جن چھ خوش نصیب خواتین نے دودھ پلایا ان سب کو دولتِ ایمان اور صحابیات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو سب سے پہلے حضرت ثُوَیْبَہ رضی اللہ عنہا (جو کہ ابولہب کی لونڈی تھیں) نے دودھ پلایا، حضور ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی شادی فرمانے کے بعد جب یہ حضور کے پاس آیا کرتیں تو آپ ان کا احترام فرماتے اور پھر بعدِ ہجرت مدینہ منورہ سے ان کے لئے تحائف وغیرہ بھیجا کرتے۔[11]

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ عرصہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلایا۔ حضور نے اپنے بچپن کے 4 سال سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر گزارے، بعد میں جب سیدہ حلیمہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کا ادب واحترام فرماتے اور محبت سے پیش آتے۔ مثلاً غزوۂ حنین کے موقع پر جب سیدہ حلیمہ حضور سے ملنے آئیں تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی۔[12] اسی طرح ایک مرتبہ حضور کے پاس آئیں اور قحط سالی کا بتایا تو حضور کے کہنے پر اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو 40 بکریاں اور ایک اونٹ پیش کیا۔[13]

حضرت بی بی اُمِّ ایمن حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدِ ماجد کی باندی اور آپ کی رضاعی والدہ تھیں۔ حضور ارشاد فرماتے: اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔[14] آپ نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا نیز آپ نے پہلے حبشہ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔[15]

ان کے علاوہ تین کنواری لڑکیوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلایا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنٰی زن شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطر آلود، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں۔[16]

جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی رضاعی ماؤں سے اتنی زیادہ محبت فرماتے اور ان کا ادب واحترام فرمایا کرتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے والدین سے محبت اور ان کا ادب و احترام کر کے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کریں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کی فرمان بردار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت پر عمل کرنے والی بنائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) سیرتِ رسولِ عربی، ص59، 60 (2) فتاویٰ رضویہ، 30/296 ماخوذاً (3) فتاویٰ رضویہ، 30/295 (4) سیرتِ رسولِ عربی، ص62 ملخصاً (5) سیرۃ حلبیہ، 1/154 (6) الکامل فی التاریخ، 1/356 (7) ابوداود، 4/434، حدیث: 5144 ملخصاً (8) کتاب الحدائق، 1/169 (9) مواہب لدنیہ، 1/428 (10) اصابہ، 8/359 (11) الکامل فی التاریخ، 1/356 (12) ابوداود، 4/434، حدیث: 5144 ملخصاً (13) کتاب الحدائق، 1/169 (14) مواہب لدنیہ، 1/428 (15) اسد الغابہ، 7/325 (16) فتاویٰ رضویہ، 30/295

شرحِ سلامِ رضا

بنت اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

153

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بالا: بلند۔ والا: شان۔ سیادت: سرداری۔

مفہومِ شعر: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اولاد امجاد یعنی ساداتِ کرام کی اعلیٰ نسبی اور بزرگ ترین شرافت پہ سب سے اعلیٰ درود اور ان کی سرداری پر لاکھوں سلام۔

شرح: سید انہیں کہا جاتا ہے جو خاص حضرات حسنین کریمین کی اولاد میں سے ہوں، ساداتِ آلِ رسول ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: تمام انسان اپنے دوھیال کی طرف منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کی اولاد کے، ان کا ولی اور سرپرست میں ہوں۔[1] ویسے انسان کی نسل بیٹوں سے چلتی ہے مگر یہ حضور کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کی نسل آپ کی بیٹیوں بالخصوص خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے چلی یعنی آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ ہی کی اولاد کہلاتی ہے۔[2] ساداتِ کرام کی شرافت و عظمت کے کیا کہنے! بلاشبہ حضور سے نسبی تعلق رکھنے والوں کی شان و عظمت دنیا و آخرت میں بہت ہی بلند و بالا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روزِ قیامت سب نسب اور رشتے منقطع ہو جائیں گے، کوئی نہ پوچھے گا کہ فلاں کس کا بیٹا یا پوتا ہے، مگر صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نسبِ پاک اور آپ سے رشتہ و علاقہ وہ مضبوط تعلق ہے جو کبھی منقطع نہ ہو گا۔[3]

پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اولاد امجاد کی شرافت کا کیا مقام رہا ہے اور لوگ ان سے خاندانی تعلق قائم کرنے کے کس قدر حریص رہے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تقریباً سو نکاح فرمائے اور طلاقیں دیں، اکثر ایک دو رات ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ حسن کی عادت ہے یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں، کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے، مگر اس کے باوجود مسلمان عورتیں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سسرالی رشتہ دار بننے کا شرف نصیب ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ جن عورتوں کو آپ طلاق دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کی محبت میں گزار دیتی تھیں۔[4] نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے رشتہ داری قائم کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔[5]

154

شافعی مالک احمد امام حنیف
چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **چار باغِ امامت:** امامت کے چار باغ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ ہیں۔

مفہومِ شعر: چاروں اماموں یعنی امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام اعظم ابو حنیفہ پر لاکھوں سلام ہوں۔

شرح: فقہ کے چار امام ہیں: امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ۔ ان کے مقلدین شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی کہلاتے ہیں۔ یہ چاروں امام گویا کہ چار باغ ہیں جن سے

وابستہ لوگوں کا دماغ کتاب و سنت کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے، جو آدمی بھی خواہشِ نفس سے بالاتر ہو کر ان کے اجتہاد کی پیروی کرے گا وہ منزل پالے گا۔ بشرطیکہ چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کرے، کیونکہ ان کا آپس میں کئی فقہی مسائل میں اختلاف ہے یہ نہ ہو کہ جس طرف آسانی لگے اسی کی تقلید شروع کر دے، کبھی ایک امام کی تو کبھی دوسرے کی، کیونکہ یہ تقلید نہیں بلکہ خواہشِ نفس کی پیروی کہلائے گی۔ اس لئے آسان ہو یا مشکل ایک ہی امام کی تقلید ضروری ہے۔ یہ چاروں امام برحق ہیں اور سب اہلِ سنت سے ہیں، عقائد میں ان تمام کا اتفاق ہے، اختلاف فروعی مسائل میں ہے اور اس اختلاف کے باوجود یہ ایک دوسرے کا حد درجہ اکرام فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ امام شافعی کے بارے میں منقول ہے کہ آپ جب امام اعظم کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تو نماز میں رفعِ یدین نہ کیا، حالانکہ آپ نماز میں رفعِ یدین کے قائل ہیں، جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: اتنے بڑے امام کے سامنے ان کے اجتہاد کے خلاف عمل کرنے میں مجھے حیا آتی ہے۔[6]

155

کاملانِ طریقت پہ کامل درود
حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **کاملانِ طریقت:** طریقت کے شہسوار۔ **حاملانِ شریعت:** شریعت کے پابند۔

مفہومِ شعر: طریقت کے کامل شہسواروں پر کامل درود اور شریعت کی پابند تمام مبارک ہستیوں پہ لاکھوں سلام۔

شرح: شریعت کے اماموں کے بعد اب طریقت کے اماموں کا ذکر ہے، جس طرح اُمّتِ مسلمہ میں فقہ کے اعتبار سے چار مکاتبِ فکر ہیں، اسی طرح تصوف و طریقت کے لحاظ سے بھی چار مشہور مسالک ہیں: قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ۔ یہاں کاملانِ طریقت کے ساتھ حاملانِ شریعت کا ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ طریقت میں کامل وہی ہو سکتا ہے جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو، لہٰذا اگر کوئی شرع کی پاسداری نہیں کرتا، تو وہ ہرگز طریقت میں کامل نہیں ہو سکتا، بعض لوگ طریقت کو شریعت سے جدا سمجھتے ہیں، یہ سراسر جہالت ہے، یہ دو چیزیں نہیں، بلکہ طریقت شریعت ہی کا حصّہ ہے۔ جو واقعی سچے اور کامل پیرانِ طریقت ہوتے ہیں وہ خود بھی شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی عبادات و ریاضات بلکہ نفل نمازوں اور روزوں کی بھی تلقین فرماتے ہیں۔

156

غوثِ اعظم امامُ التُّقٰی و النُّقٰی
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **امامُ التُّقٰی والنُّقٰی:** تقویٰ و پرہیز گاری کے امام۔ **جلوۂ شانِ قدرت:** قدرتِ خداوندی کے مظہر۔

مفہومِ شعر: سب ولیوں کے سردار حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ و پرہیز گاری کے امام اور قدرتِ خداوندی کے مظہر ہیں، ان کی ارفع و اعلیٰ شان و شوکت پر لاکھوں سلام۔

شرح: تمام اہلِ طریقت کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد اہلِ طریقت کے سربراہ پیرانِ پیر حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کیا جارہا ہے، آپ کی بارگاہ سے ہر سلسلۂ طریقت فیض پاتا ہے خواہ وہ چشتی ہو یا نقشبندی، سہروردی ہو یا قادری۔ حضور غوثِ پاک متقی و پرہیزگار لوگوں کے ایسے امام ہیں جنہوں نے دودھ پینے کی عمر میں رمضان شریف کا احترام کیا اور دن کے وقت والدہ کا دودھ نہ پیا، حالانکہ آپ شرعی احکام کے پابند نہ تھے، مگر افسوس! لوگ تو فرض ہونے کے باوجود رمضان کا روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔

---

1 کنز العمال، جز:12، 6/53، حدیث:34261 2 مواہب لدنیہ، 2/291 3 افضلیت ابو بکر و عمر، ص63 ملخصاً 4 تاریخ الخلفاء، ص151 مفہوماً 5 مجمع الزوائد، 8/398، حدیث:13827 6 فتاویٰ رضویہ، 9/340 ملخصاً

مدنی مذاکرے کے سوال جواب

شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، حضرتِ علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار قادری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ مدنی مذاکروں میں عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق کئے جانے والے سوالات کے جوابات عطا فرماتے ہیں، ان میں سے 8 سوالات وجوابات ضروری ترمیم کے ساتھ یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

1 زخمی یا بیمار جانور کے لئے دُعا کرنا کیسا؟

سوال: اگر کوئی جانور زخمی یا بیمار ہو جائے تو کیا اُس کے لئے دُعا کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بالکل دُعا کر سکتے ہیں۔ کسی نے اگر مُرغی پالی ہوئی ہے، اُس سے انڈے حاصل کرتا ہے، یوں ہی کسی نے بکری پالی ہوئی ہے اُس کا دودھ اِستعمال کرتا ہے لیکن بعد میں کچھ ایسا ہو گیا کہ مُرغی نے انڈے دینا بند کر دیئے یا بکری نے دودھ دینا بند کر دیا تو اللہ پاک سے دُعا مانگی جا سکتی ہے کہ ”یَااللہ! اِس جانور کو دوبارہ سے نفع بخش بنا دے۔“ اِسی طرح اگر قربانی کا جانور لیا اور وہ بیمار پڑ گیا، مالک بھی پریشان ہے کہ قربانی کے دِن قریب ہیں اور یہ بیمار ہو گیا ہے، اب کیا کروں؟ اس کے لئے بھی دُعا کی جا سکتی ہے کہ ”یَااللہ! اس جانور کو شِفا دے تاکہ میں اسے تیری راہ میں قربان کروں۔“ بہر حال جانوروں کی شِفا کے لئے بھی اللہ پاک سے دُعا کی جا سکتی ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 9 ربیع الاول شریف 1442ھ)

2 کیا بال خون چوستے ہیں؟

سوال: سَر اور داڑھی کے بال سنّت کے مطابق رکھنے چاہئیں لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بال خون چوستے ہیں انہیں کیا جواب دیا جائے؟

جواب: داڑھی بھی لازمی رکھنی ہے اگرچہ بال خون چوستے ہوں، دیکھا جائے تو سارے بدن پر بال موجود ہیں وہ بھی خون چوستے ہیں، انہیں اُن کی خوراک اللہ پاک دے رہا ہے جس طرح اللہ پاک بدن کی غذا بدن کو دے رہا ہے۔ انسانی بدن کے روئیں اور بال انسان کا کتنا خون چوس لیں گے؟ جتنا چوستے ہیں اس سے زیادہ بنتا بھی تو ہے۔ اللہ پاک نے سب چیزوں کی غذا معین کی ہے۔ ہم لوگ منہ سے تھوکتے ہیں، ناک سے بھی کچھ نہ کچھ نکلتا ہے، آنکھ سے بھی آنسو نکلتے ہیں، ہم لوگ پانی پیتے ہیں تو یہ سب کچھ بنتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میرے بدن کا پانی باہر نہیں نکلنا چاہئے تو کیا اُس کو سمجھ دار کہیں گے؟ تو ایسا شخص اپنے بدن سے نکلنے والے پسینے کو کیسے روکے گا؟ اس کے علاوہ تھوکنا کس طرح بند کرے گا؟ ناک کا کیا کرے گا؟ بعض اوقات جسمِ انسانی سے پانی نکلنا بہت فائدے مند ہوتا ہے۔ بالوں کے بھی بہت فوائد ہیں، بالوں کے ذَریعے اللہ پاک نے اِنسان کو زینت دی ہے اِس سے حُسنِ انسانی ہے۔ ذرا سوچیں کہ اَبرو، پلکیں اور جسم کے سب بال اُتر جائیں تو کتنا عجیب لگے گا لہٰذا اس طرح کے وسوسوں کو پالنا نہیں چاہئے۔

(مدنی مذاکرہ، 1 ربیع الآخر شریف 1442ھ)

3 کیا جوئیں مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا جُوئیں مارنے سے وُضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جُوئیں مارنے، یوں ہی بکرا ذبح کرنے سے وُضو

نہیں ٹوٹتا۔ نَعُوْذُ بِاللہ اگر کوئی باوضو کسی بندے کو قتل کر دے تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کسی کو مارنے پیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (مدنی مذاکرہ، 28 ربیع الاول شریف 1442ھ)

4 غیر مسلم کو اینٹیں بیچنا کیسا؟

سُوال: اگر کوئی غیر مسلم مسلمان سے اینٹیں خرید کر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرے، تو کیا اس کا گناہ مسلمان کو ملے گا؟

جواب: غیر مسلم کو اینٹیں بیچنا جائز ہے، وہ خرید کر جہاں بھی لگائے اس کا گناہ مسلمان پر نہیں، ہاں اگر گناہ کی نیت سے دی تو اس کے الگ احکام ہیں۔

(مدنی مذاکرہ، 10 ربیع الاول شریف 1442ھ)

5 نماز کی دعوت دینے کا انداز کیسا ہونا چاہئے؟

سُوال: 72 نیک اعمال رسالے کا تیسرا سوال ہے کہ "کیا آج آپ نے گھر، بازار، مارکیٹ وغیرہ جہاں بھی تھے وہاں نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھنے سے قبل نماز کی دعوت دی؟" سوال یہ ہے کہ مارکیٹ میں نماز کی دعوت دیتے ہوئے ہمیں کیسا انداز اپنانا چاہئے؟

جواب: نماز کی دعوت دیتے ہوئے محبت بھرا انداز ہونا چاہئے، نماز کی دعوت فون پر بھی دی جاسکتی ہے، مسجد کی طرف جاتے ہوئے بھی کسی کو نماز پڑھنے کے لئے ساتھ چلنے کا کہا جا سکتا ہے۔ یوں ہی اگر کوئی شخص نماز میں نظر نہیں آتا تو اسے دعوت دیتے ہوئے سمجھانے کی کوشش بھی کی جاسکتی ہے۔ مزید یہ کہ نماز کے تعلق سے روایات سنائی جاسکتی ہیں اور **"فیضانِ نماز"** کتاب سے دَرس بھی دیا جا سکتا ہے۔ بہر حال مختلف صورتیں اپنائی جاسکتی ہیں، نماز کی دعوت دیتے رہنا چاہئے اِن شآءَ اللہ الکریم نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ (مدنی مذاکرہ، 9 ربیع الاول شریف 1442ھ)

6 تبرکات کا استخارہ کرنا کیسا؟

سُوال: ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ تبرکات کے تعلق سے استخارہ فرماتے ہیں کہ آیا یہ تبرک درست ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: میں نے آج تک تبرکات سے متعلق کوئی استخارہ نہیں کیا اور نہ استخارے کے ذریعے تبرکات فائنل کئے جاسکتے ہیں۔ تبرکات کے شرعی تقاضے اور ہیں۔

(مدنی مذاکرہ، 7 ربیع الاول شریف 1442ھ)

7 شفقت سے چھوٹے بچوں کے ہاتھ پاؤں چومنا کیسا؟

سُوال: بچوں کے پاؤں چومنے سے کیا بچے نافرمان ہوتے ہیں؟

جواب: لوگ شفقت سے چھوٹے بچوں کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں، اس میں حرج نہیں۔ اس سے نہ بچوں کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور نہ بچوں کو پتا ہوتا ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں کیوں چومتے ہیں؟ بس بچے اچھے اور پیارے لگتے ہیں تو اس لئے چومتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں چومنے سے بچوں کا نافرمان ہو جانا یہ میں نے پہلی بار سنا ہے۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آتی، ایسا نہ عُلَما سے سنا ہے نہ کسی کتاب میں پڑھا ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 3 ربیع الاول شریف 1442ھ)

8 جنّت کا موسم کیسا ہو گا؟

سُوال: جس طرح دُنیا کی زندگی میں 12 مہینے پائے جاتے ہیں تو کیا آخرت یعنی جنّت کی زندگی میں بھی یہ مہینے پائے جائیں گے؟

جواب: آخرت میں دُنیا جیسا نظام نہیں ہے۔ دُنیا میں تو گرمیاں، سردیاں، مہینے، ہفتے، دِن اور رات موجود ہیں، وہاں یہ نہیں ہوں گے۔ جنّت میں ہر وقت موسمِ بہار ہو گا، دُنیا میں جس طرح صبحِ صادق کے وقت سماں ہوتا ہے ویسا سماں جنّت میں ہو گا۔ وہاں مکھی، مچھر، اندھیرا، بیماری، صدمہ اور بدبو وغیرہ جیسی کوئی چیز نہیں ہو گی۔ وہاں تو صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔ جنّتی کو جس چیز کی خواہش ہو گی وہ اُسے مِل جائے گی۔ جنّت میں سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا دِیدار ہو گا۔ انتہا ہی نہیں جنّت میں جنّتی شخص کو جو سب سے بڑی نعمت ملے گی وہ اللہ پاک کا دِیدار ہو گا۔ (مدنی مذاکرہ، 2 ربیع الاول شریف 1442ھ)

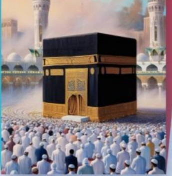

ماہِ شعبان کی عبادات

اُمِّ غزالی عطاریہ
شعبہ ماہنامہ خواتین

ماہِ شعبان بخشش مانگنے، توبہ کرنے اور اللہ پاک کی رحمت پانے کا مہینا ہے۔ لہٰذا اس عظمت والے مہینے میں اپنے آپ کو نیک اعمال سے محروم رکھنا انتہائی محرومی اور بدنصیبی ہے۔ اس ماہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کثرت سے روزے رکھا کرتے۔[1] لہٰذا جو شعبان کے روزے اس لئے رکھے کہ حضور کو پسند تھے اسے حضور کی شفاعت نصیب ہوگی۔[2] نیز حضور نے اس ماہ کو اپنا مہینا[3] قرار دیا، اسی ماہ میں آیتِ درود اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ (پ22، الاحزاب:56) بھی نازل ہوئی، اس لئے ہمیں اس ماہِ مبارک میں خوب درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے کہ ایک قول کے مطابق جو کوئی شعبان میں روزانہ 700 بار درودِ پاک پڑھے گا اللہ پاک کچھ فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس درودِ پاک پڑھنے کو حضور کی بارگاہ میں پہنچائیں گے، اس سے حضور کی روحِ مبارک خوش ہوگی، پھر اللہ پاک ان فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس درودِ پاک پڑھنے والے کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہو۔[4] ایک قول کے مطابق ماہِ شعبان کو تلاوتِ قرآن کرنے والوں کا مہینا بھی کہا جاتا ہے۔[5] اس لئے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوتِ قرآن کو بھی اپنا معمول بنالینا چاہئے۔

اس ماہ میں بزرگانِ دین سے مختلف قسم کی عبادات منقول ہیں، ان میں سے چند کے متعلق پڑھئے:

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری شَطّاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **جواہرِ خمسہ** میں فرماتے ہیں: جو شعبان کے آخری جمعہ کو مغرب وعشا کے درمیان دو رکعت اس طرح پڑھے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃُ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص 10 مرتبہ نیز سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک بار پڑھے اس نماز کی برکت سے اگر اگلے دن مرگیا تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔[6] جبکہ حضرت شاہ محمد رکنُ الدّین مُجَدِّدی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کوئی شعبان کے ہر جمعہ کی رات کو چار رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں تیس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اس نے حج اور عمرے کا ثواب پایا۔[7]

شبِ برات بھی چونکہ اسی ماہ میں آتی ہے، لہٰذا اس خاص رات سے متعلق بزرگانِ دین سے کئی معمولات منقول ہیں، مثلاً تیسری صدی ہجری کے بزرگ ابو عبدُ اللہ محمد بن اسحاق فاکہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب شبِ برات آتی تو مکے والوں کا یہ طریقہ کار چلا آرہا ہے کہ مسجدِ حرام شریف میں آکر نماز ادا کرتے، طواف کرتے، ساری رات عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے۔ بعض سو رکعت نفل نماز اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے، زم زم شریف پیتے، اس سے غسل کرتے، اسے اپنے مریضوں کے لئے محفوظ کرتے اور اس رات میں ان اعمال کے ذریعے برکتیں سمیٹتے۔[8]

شبِ برات کی عبادات

شبِ برات میں شب بیداری کر کے عبادت کرنا مستحب ہے۔ (پوری رات جاگنا ہی شب بیداری نہیں) اکثر حصّے میں جاگنا بھی شب بیداری ہے۔[9] شبِ برات میں سورۂ دُخان پڑھنا مستحب ہے۔[10] جو رات میں حٰمٓ الدُّخان کی تلاوت کرے گا تو وہ صبح اس حال میں کرے گا کہ 70 ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کررہے ہوں گے۔[11]

سال بھر جادو سے حفاظت اگر اس رات (شبِ برات) کو سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے کر غسل کرے تو ان شاءَ اللہ العزیز تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔[12]

مغرب کے چھ نوافل: معمولاتِ اولیائے کرام میں ہے کہ مغرب کے فرض و سنت وغیرہ کے بعد چھ رکعت نوافل ادا کئے جائیں، پہلی دو رکعت میں یہ نیت کی جائے کہ اللہ پاک ان دو رکعتوں کی برکت سے مجھے درازیِ عمر بالخیر عطا فرما۔ پھر دو رکعتیں شروع کرنے سے پہلے عرض کیجئے: اللہ پاک! ان دو رکعتوں کی برکت سے بلاؤں سے میری حفاظت فرما۔ تیسری دو رکعتوں میں یہ کہئے: اللہ پاک ان دو رکعتوں کی برکت سے مجھے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر۔ ہر دو رکعت کے بعد 21 بار قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد پوری سورت اور ایک بار سورہ یٰسٓ پڑھے، ہو سکے تو دونوں ہی پڑھ لیجئے، ان شاءَ اللہ الکریم رات شروع ہوتے ہی ثواب کا انبار لگ جائے گا۔ ہر بار یٰسٓ شریف کے بعد دعائے نصفِ شعبان بھی پڑھئے۔[13] بزرگانِ دین نے ذکر فرمایا ہے کہ جو اس طریقے کے مطابق یہ نوافل ادا کرے گا اس کی مذکورہ حاجتیں پوری کی جائیں گی۔[14]

14 رکعت نفل مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو شبِ برات میں کھڑے ہوئے دیکھا، آپ نے 14 رکعات ادا فرمائیں۔ فارغ ہونے کے بعد بیٹھ کر 14 مرتبہ سورۂ فاتحہ، 14 مرتبہ سورۂ اخلاص، 14 مرتبہ سورۂ فلق، 14 مرتبہ سورۂ ناس، ایک بار آیۃُ الکرسی اور یہ آیتِ مبارکہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (پ11، التوبۃ: 128) پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو جو کچھ کرتے دیکھا تھا اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو اسی طرح کرے گا جیسا تم نے دیکھا تو اس کے لئے 20 مقبول حج اور 20 سال کے مقبول روزوں کا ثواب ہو گا، اگر اس دن کی صبح وہ روزے کی حالت میں ہو تو اس کے لئے دو سال کے روزوں کا ثواب ہے، ایک پچھلے سال کے اور ایک آئندہ سال کے۔[15]

100 رکعات نفل حضرت علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کوئی شبِ برات میں 100 رکعت پڑھے گا تو اللہ کریم اس کے پاس 100 فرشتے بھیجے گا، ان میں سے 30 فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیں گے، 30 آگ کے عذاب سے بچائیں گے، 30 اس سے دنیوی آفتیں دور کریں گے اور 10 فرشتے اس سے شیطان کے دھوکے دور کریں گے۔[16] عارف باللہ شیخ ضیاءُ الدین عبدُ العزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ ان نوافل کے متعلق فرماتے ہیں کہ بزرگانِ دین یہ 100 رکعت نماز اس طرح ادا کرتے تھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ 10 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے 30 صحابہ کرام نے حدیث بیان فرمائی کہ جس نے یہ نماز پڑھی اللہ پاک اس کی طرف 70 مرتبہ نگاہِ کرم فرماتا ہے اور ہر نگاہِ کرم کے بدلے اس کی 70 حاجات پوری فرماتا ہے، ان میں سے سب سے کم درجے والی حاجت اس کی مغفرت ہے۔[17]

صلوٰۃُ التسبیح حضرت علامہ علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ شبِ برات میں صلوٰۃُ التسبیح بھی ادا کر لی جائے۔[18] اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھے، پھر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے: سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَر، پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر رکوع سے پہلے 10 بار یہی تسبیح پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْم تین مرتبہ پڑھ کر 10 مرتبہ یہی تسبیح پڑھے اور رکوع سے سر اٹھائے، پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد پڑھ کر کھڑے کھڑے 10 مرتبہ یہی تسبیح پڑھے، پھر سجدے میں جائے اور تین مرتبہ سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھ کر 10 مرتبہ یہی تسبیح پڑھے، پھر سر اٹھائے اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر 10 مرتبہ یہی تسبیح پڑھے،

پھر دوسرے سجدے میں بھی سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین مرتبہ پڑھنے کے بعد یہی تسبیح 10 مرتبہ پڑھے، یوں چار رکعت پڑھے۔ خیال رہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے 15 مرتبہ اور باقی سب جگہ یہ تسبیح 10،10 بار پڑھے، یوں ہر رکعت میں 75 مرتبہ تسبیح پڑھی جائے گی اور چار رکعتوں میں تسبیح کی گنتی 300 مرتبہ ہوگی۔[19]

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما پندرہ شعبان کی رات کے تین حصے کرتے، ایک تہائی حصے میں اپنے نانا نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درودِ پاک پڑھتے، ایک تہائی حصے میں اللہ کریم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے اور آخری تہائی حصے میں نفل ادا فرماتے۔ جب یہ عرض کی گئی کہ ایسا کرنے والے کے لئے کیا ثواب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو لَیْلَۃُ الصَّک یعنی 15 شعبان کی رات کو زندہ کرے گا (یعنی اس رات عبادت کرے گا) وہ مُقَرَّبِیْن میں لکھا جائے گا۔[20]

دُعائے نصف شعبان حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جو یہ دعا مانگے اس کے رزق میں وسعت کر دی جائے گی: یَا ذَا الْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْہِ !یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ! یَا ذَا الطَّوْلِ !لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ظَھْرَ اللَّاجِیْنَ وَ جَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَ مَاْمَنَ الْخَائِفِیْنَ، اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا فَامْحُ عَنِّیْ اِسْمَ الشَّقَاءِ، وَ اَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا، وَ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ مُقَتَّرًا عَلَیَّ رِزْقِیْ فَامْحُ حِرْمَانِیْ وَ تَقْتِیْرِ رِزْقِیْ وَ اَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ سَعِیْدًا مُوَفَّقًا لِلْخَیْرَاتِ، فَاِنَّکَ تَقُوْلُ فِیْ کِتَابِکَ: یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَہٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (پ 13، الرعد: 39)[21] اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ الْمُکَرَّمِ الَّتِیْ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَ یُبْرَمُ، اِکْشِفْ عَنِّیْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا اَعْلَمُ، وَ اغْفِرْ لِیْ مَا اَنْتَ بِہٖ اَعْلَم، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ سَلَّم۔[22]

اکثر بزرگانِ دین سے ثابت ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنَا اَشْقِیَاءَ فَامْحُہٗ وَ اکْتُبْنَا سُعَدَاءَ وَ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنَا سُعَدَاءَ فَاَثْبِتْنَا فَاِنَّکَ تَمْحُوا مَا تَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَ عِنْدَکَ اُمُّ الْکِتَابِ۔[23] بزرگانِ دین سے ایسی دعائیں بھی ثابت ہیں جو شبِ برات کے ساتھ خاص تو نہیں، مگر بعض عارفین نے یہ دعائیں اس رات میں پڑھنا اچھا قرار دیا ہے۔ ان میں سے یہ دعا بھی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ وَ الْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔ اگرچہ یہ دعائے لیلۃُ القدر ہے مگر شبِ برات اس رات کے بعد سب سے افضل ہے۔[24]

دعائے غوثِ پاک حضرت شیخ عبدُ القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی ایک دعا منسوب ہے اور اسے بھی شبِ برات وغیرہ میں پڑھنا اچھا ہے۔ وہ دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِذَا اطَّلَعْتَ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ عَلٰی خَلْقِکَ، فَعُدْ عَلَیْنَا بِمَنِّکَ وَ عِتْقِکَ وَ قَدِّرْ لَنَا مِنْ فَضْلِکَ وَ اسِعَ رِزْقِکَ وَ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یَقُوْمُ لَکَ فِیْھَا بِبَعْضِ حَقِّکَ، اَللّٰھُمَّ مَنْ قَضَیْتَ فِیْھَا بِوَفَاتِہٖ فَاقْضِ مَعَ ذٰلِکَ لَہٗ رَحْمَتَکَ، وَ مَنْ قَدَّرْتَ طُوْلَ حَیَاتِہٖ فَاجْعَلْ لَہٗ مَعَ ذٰلِکَ نِعْمَتَکَ، وَ بَلِّغْنَا مَا لَا تَبْلُغُ الْاٰمَالُ اِلَیْہِ، یَا خَیْرَ مَنْ وَقَفَتِ الْاَقْدَامُ بَیْنَ یَدَیْہِ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ، وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔[25]

تجھ کو شعبانِ مُعَظَّم کا خدایا واسطہ | بخش دے ربِّ محمد تو مری ہر اک خطا

---

(1) ابوداود، 2/476، حدیث: 2431 ملخصاً (2) المعتقد المنتقد، ص 247 ملخصاً (3) مسند فردوس، 2/275، حدیث: 3276 (4) القول البدیع، ص 395 (5) ماذا فی شعبان، ص 44 (6) جواہر خمسہ، ص 25 (7) رکن دین، 1/167 ملخصاً (8) اخبار مکہ، 3/84 (9) دُرِّ مختار، 2/568- بہارِ شریعت، 2/679، حصہ: 4 (10) مجموع رسائل علامہ ملا علی القاری، 3/52 (11) ترمذی، 4/406، حدیث: 2897 (12) اسلامی زندگی، ص 135 (13) آقا کا مہینا، ص 15 (14) اتحاف السادۃ، 3/708 (15) شعب الایمان، 3/386، حدیث: 3841 (16) حاشیہ صاوی، 5/1908 (17) طہارۃ القلوب، ص 136 (18) مجموع رسائل علامہ ملا علی القاری، 3/51 (19) مدنی پنج سورہ، ص 279 (20) القول البدیع، ص 396 (21) مصنف ابن ابی شیبہ، 15/272، رقم: 30145 (22) نعت البدایات، ص 197 (23) مجموع رسائل علامہ ملا علی القاری، 3/51 (24) ماذا فی شعبان، ص 108 (25) ماذا فی شعبان، ص 109

بیٹیوں کے لئے تعلیمی ادارے کا انتخاب

اُمِّ میلاد عطاریہ

تعلیمی ادارہ (Educational institution) ایک ایسی جگہ ہے جہاں مختلف عمر کے لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کا مقصد انسانوں کے کردار کو بہتر بنانا، ان کو اَخلاقی اقدار کا پابند بنانا اور شرم و حیا کے راستے پر چلانا ہے۔ تعلیمی ادارے جو انسان کو علم سکھاتے ہیں، ان میں دینی تعلیم سکھانے والے اداروں کا مقام اس اعتبار سے بلند ہے کہ وہ ایسے علم کی ترسیل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں جبکہ دنیاوی علوم کو سمجھنا اس اعتبار سے لازم و مفید ہے کہ ان کے ذریعے انسان دنیاوی امور کو احسن طریقے سے سرانجام دے پاتا ہے۔ دینی اداروں کا کام جہاں علم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا ہے وہیں علم کے تقاضوں کو پورا کرنا اور طالبِ علموں کی تربیت کرنا بھی ان اداروں کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اگر ایک دینی ادارے میں ناظرہ قراٰن تو پڑھایا جائے مگر طلبہ کو عمل، خلوص اور ریاکاری سے بچ بچا کر زندگی گزارنے کا راستہ نہ دکھلایا جائے تو سمجھ لیجئے ایسا ادارہ حقیقت میں اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ تعلیمی ادارے جو انسان کو دنیاوی اعتبار سے علم دیتے ہیں اور جہاں معاشرتی اور عمرانی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کے حوالے سے طلبہ تک علم کی ترسیل کی جاتی ہے اُن اداروں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قراٰن و سنت کی ان بنیادی تعلیمات سے اپنے طالبِ علموں کو ضرور آگاہ کریں جو ایک مسلمان کے لئے ضروری و لازمی ہیں۔ اگر کوئی انسان دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ تو ہو لیکن وہ علم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بجائے غلط راستے پہ چل نکلے اور غرور، تکبر، ریاکاری اور خود پسندی کا شکار ہو جائے تو ایسے تعلیمی ادارے کو کسی بھی طور پر مثالی تعلیمی ادارہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مثالی تعلیمی ادارے کی ذمہ داری جہاں انسان کو اچھے اخلاق سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہے وہیں شرم و حیا کی دعوت دینا اور اس حوالے سے اس کی راہ نمائی کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ جب ہم شرم و حیا کے حوالے سے کتاب و سنت کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ پاک کو حیا کا وصف بہت زیادہ پسند ہے۔ یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ حیا کی کس قدر اہمیت ہے لیکن بدنصیبی سے ہمارے معاشرے میں اس وقت تعلیمی اداروں میں تعلیم تو کسی حد تک دی جارہی ہے مگر تربیت کے معاملے میں بہت زیادہ کوتاہیوں کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ اس طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ تعلیمی اداروں میں غیر نصابی سرگرمیوں کے نام پر غیر اخلاقی سرگرمیاں ہونے لگی ہیں کہیں موسیقی کے نام پر، کہیں فحش ڈانس پارٹیز نے طلبہ و اساتذہ کا فرق مٹا کر رکھ دیا ہے۔ کہیں ہر ماہ موسیقی کے نام پر لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں اور ٹیلینٹ ایکسپو کے نام پر ڈانس کئے جاتے ہیں، ہم اس کو ترقی کا نام دے دیتے ہیں، ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے Concert منعقد کرنے سے کسی ماہرِ معیشت نے یہ کہہ دیا کہ اس سے آپ کا ملک ترقی کرے گا؟

ایک طالبِ علم کے تعلیمی دور میں اچھے اور بہترین تعلیمی ادارے کا انتخاب نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اور جب بات بیٹی کی تعلیمی ادارے کے انتخاب کی ہو تو والدین کو اور زیادہ حساس ہونا پڑتا ہے کیونکہ ایک بیٹی آنے والی نسلوں کی بہترین تربیت بھی ایسے ہی کرے گی جیسی خود حاصل کرے گی۔ بچپن ایک سادہ تختی کی مانند ہوتا ہے۔ اس پر جو کچھ لکھ دیا جائے وہ نقش ہو جاتا ہے۔ اگر عمر کے ابتدائی حصہ میں بیٹی کی تربیت کا اہتمام کیا جائے تو مستقبل میں وہ نسلیں سنوار سکتی ہے۔ یاد رہے! ہر مسلمان عاقل و بالغ مرد و عورت پر

اُس کی موجودہ حالت کے مطابق مسئلے سیکھنا فرض عین ہے۔ اسی طرح ہر ایک کیلئے مسائلِ حلال و حرام بھی سیکھنا فرض ہے۔ نیز مسائلِ قلب (باطنی مسائل) اوران کو حاصل کرنے کا طریقہ، باطنی گناہ اوران کا علاج سیکھنا ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔ مُہلکات یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنا بھی فرض ہے تاکہ ان گناہوں سے بچا جاسکے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے فتاویٰ رضویہ،23/ 624،623) بدقسمتی سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد فرض علوم سے ناآشنا ہے۔ جدید اور عصری تعلیم کے اداروں میں داخل ہوکر بچے اور بچیاں اپنی اسلامی شناخت کھوتے جارہے ہیں۔ کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جدید اور عصری تعلیم کے اداروں میں یونیفارم کے نام پر غیر مسلموں جیسا لباس پہننا ضروری سمجھا جاتا ہے گویا اس یونیفارم کے بغیر جدید اور عصری تعلیم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح اسلامی روایات و تعلیمات کے برعکس اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کے بجائے ہیلو، ہائے، Good Morning, good afternoon، وغیرہ کہنا تعلیم یافتہ ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جدید اور عصری علوم و فنون کے معروف اداروں میں وردی (Uniform) اور تہذیب کے نام پر جو بے حیائی و بے پردگی اور عریانی و فحاشی نظر آتی ہے اس میں جدید اور عصری علوم و فنون کا کوئی قصور نہیں بلکہ یہ تو ایک حماقت ہے کہ مسلمان غیروں کی نقل کرنے میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ سنتوں کو بھلا کر نہ صرف اَغیار کے فیشن اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں بلکہ غیر مسلموں جیسے لباس میں ملبوس ہونا بھی ان کے نزدیک عین سعادت بن چکا ہے حالانکہ جدید اور عصری علوم و فنون تو سنتوں بھرا اسلامی لباس پہن کر بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں، جیساکہ ہمارے مسلمان دانشوروں اور سائنسدانوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کے دائرے میں رہ کر مختلف علوم و فنون میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو آج بھی جدید اور عصری علوم و فنون کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ فی زمانہ دنیوی تعلیم نہ تو معیوب ہے اور نہ ہی بُری بلکہ اس کے بغیر معاشرہ یقیناً بہت سی مشکلات کا شکار ہوجائے گا، اختلاف طریقۂ کار پر ہوتا ہے کہ اسلامی طریقۂ کار چھوڑ کر غیروں کے طریقے اپنا کر ان کو لازمی جز قرار دیا جائے اور اس سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے وہ معاشرے میں پھر تعلیم عام نہیں کرتا بلکہ بے حیائی عام کرتا ہے۔ اسلامی قوانین نافذ کرکے بھی عصری علوم سیکھے سکھائے جاسکتے ہیں اس کے لئے غیروں کی نقالی کرنا لازم نہیں۔ اسی لئے بیٹی کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی ادارے کا انتخاب کرتے وقت والدین کو ان تمام اُمور پر غور کرنا چاہئے کہ اُس تعلیمی ادارے میں ترقی اور جدت کے نام پر کہیں فحاشی و عریانی تو عام نہیں ہورہی؟ تعلیمی ادارے کی ریپوٹیشن کے نام پر بے حیائی کو تو فروغ نہیں دیا جارہا؟ یونیفارم کے نام پر بے پردگی کو تو پروموٹ نہیں کیا جارہا؟ یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے۔

افسوس! لوگ فی زمانہ دینی معاملات میں بہت زیادہ سستی کا شکار ہیں۔ اس سستی کو چستی سے بدلنے کے لئے دعوتِ اسلامی خوب سرگرمِ عمل ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ایسا تعلیمی ادارہ ہو جو دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج فراہم کرے جس میں پڑھنے والا نہ صرف باوقار مسلمان بنے بلکہ پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کر کے خودکفیل ہوکر معاشرے میں نمایاں مقام حاصل کرسکے۔ امیرِ اہلِ سنّت علامہ محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ کے فیضانِ نظر سے ایک نہایت اہم شعبے کا قیام عمل میں آیا جس کا نام دارُالمدینہ ہے۔ دارُالمدینہ اسلامک اسکول سسٹم کا قیام نونہالانِ امت کو بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ بہترین عصری تعلیم سے روشناس کرنے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا واحد اسکول ہے جس میں Pre-Nursery سے بچے علما کی صحبت میں رہے گا۔ دارُالمدینہ کے قیام کا بنیادی مقصد امتِ مصطفےٰ کی نوخیز نسلوں کو سنتوں کے سانچے میں ڈھالتے ہوئے دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ کرنا ہے۔

دارالمدینہ کا نصاب ❁ جدید تعلیم اور شرعی تقاضوں کے مطابق دارالافتاء اہلسنّت کا تصدیق شدہ تعلیمی نصاب ❁ بنیادی فرض علوم کا مکمل کورس ❁ مذہبی و اخلاقی تربیت ❁ عربی، اردو اور انگریزی زبان میں مہارت کے کورسز ❁ تین سالہ درسِ نظامی ❁ حفظِ قرآن ❁ اسلامی فنانس ❁ معاشرتی علوم ❁ کمپیوٹر اسٹڈیز ❁ انفارمیشن سیکیورٹی ❁ تاریخ ❁ جنرل سائنس ❁ طبعیات ❁ حیاتیات ❁ کیمسٹری ❁ جسمانی نشوونما ❁ ماحولیاتی تعلیم ❁ حساب ❁ آرٹس ❁ ہوم اکنامکس۔ امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ کی خواہش ہے کہ دارُالمدینہ کے اساتذہ باعمل، مدنی علما ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دارُالمدینہ میں باصلاحیت مدنی علما کے ساتھ ساتھ مستند تدریسی عملہ مدنی علما کے زیرِ سایہ کام کر رہا ہے۔

دارالافتاء اہلِ سنّت، جوہر ٹاؤن لاہور

دارُالافتاء اَہلسنّت

دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

1 عقیقے کی بکری کے پیٹ سے بچہ نکلا تو عقیقہ ہو گا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے اپنی بیٹی کا عقیقہ کرنا تھا تو کل منڈی سے ایک بکری لایا، ذبح کرنے کے بعد پتا چلا کہ وہ حاملہ تھی اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں بیٹی کا عقیقہ ہو گیا یا نہیں؟ نیز پیٹ سے جو مرا ہوا بچہ نکلا وہ حلال ہے یا حرام؟ اس کی بھی وضاحت کر دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں آپ کی بیٹی کا عقیقہ ہو گیا کیونکہ عقیقہ درست ہونے کے لیے جانور کا حاملہ نہ ہونا شرط نہیں بلکہ اس کے لئے انہیں تمام شرائط کا لحاظ ضروری ہے کہ جو قربانی کے جانور میں ہیں اور حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے البتہ حاملہ ہونا معلوم ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا جانور قربان کیا جائے تو یہی تفصیل عقیقہ میں جاری ہو گی۔

نیز جانور ذبح کرنے سے پیٹ میں موجود بچہ حلال نہیں ہو جاتا بلکہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں اسے الگ سے ذبح کرنا ہو گا اور اگر مرا ہوا پیدا ہوا تو وہ مردار ہے، صورتِ مسئولہ میں بھی چونکہ بچہ مرا ہوا پیدا ہوا لہٰذا وہ مردار ہے اسے کھانا حلال نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مجیب	مصدق
مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

2 دہ در دہ سے کم پانی میں بے وضو شخص کا ہاتھ پڑنے سے پانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پچھلے دنوں ہمارے ہاں کافی بارش ہوئی تو ہم نے گھر میں رکھے ہوئے فارغ ڈرم میں بارش کا پانی بھر لیا کہ وضو وغیرہ میں استعمال کریں گے اور پھر ہم استعمال بھی کرتے رہے، ایک دن جب میں فجر کی نماز کے بعد واپس آیا تو بچوں کی امی نے پوچھا کہ آپ نے وضو کس پانی سے کیا؟ میں نے بتایا کہ ڈرم کے پانی سے، تو انہوں نے بتایا کہ رات کو میں نے غلطی سے بے وضو ہاتھ اس میں دھو لیے تھے، آپ سوئے ہوئے تھے تو اس وقت نہیں بتایا، یہی ذہن تھا کہ جب فجر میں اٹھیں گے تو بتا دوں گی۔ اس صورت میں میری فجر کی نماز ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: ڈرم دہ در دہ سے چھوٹا ہے اور بچوں کی والدہ اگرچہ

عام عورتوں کی طرح شرعی معاملات میں کوتاہی کر جاتی ہیں مگر ان کی اس بات پر میرا ابھی غالب گمان یہ ہے کہ وہ درست کہہ رہی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دہ در دہ سے کم پانی میں بے وضو شخص کا بے دھلا ہاتھ پڑ جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور مستعمل پانی صحیح مذہب کے مطابق خود اگرچہ پاک ہے مگر اس میں نجاست حکمیہ دور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اس لیے اس سے وضو و غسل نہیں ہوتا۔ نیز پانی وضو و غسل کے قابل ہے یا نہیں؟ اس خبر کا تعلق دینی امور سے ہے اور اس میں ایک عادل شخص کی خبر معتبر ہوتی ہے اگرچہ عورت ہو اور اگر خبر دینے والا فاسق یا مستور الحال ہو یعنی عادل ہے یا نہیں، اس کا علم نہ ہو تو اس صورت میں اس کی بات پر تحری کرنے کا حکم ہے، اگر دل اس بات پر جمے کہ وہ درست کہہ رہا ہے تو اس کی بات پر عمل کیا جائے گا۔

اس تفصیل کے مطابق صورت مسئولہ میں بھی چونکہ آپ کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ درست کہہ رہی ہے تو اس کی خبر معتبر ہے اور آپ نماز دوبارہ پڑھیں گے کیونکہ اس خبر کے مطابق آپ نے جو وضو کیا وہ مستعمل پانی سے کیا اور مستعمل پانی سے وضو نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

مصدق	مجیب
مفتی فضیل رضا عطاری	مولانا ذاکر حسین عطاری مدنی

3 قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد نمازی بھول کر کھڑا ہو گیا تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد اگر کوئی نمازی بھول کر کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے پہلے یاد آنے پر بیٹھ گیا تو پوچھنا یہ ہے کہ اسے سجدہ سہو کرنا ہو گا یا نہیں؟ اور اگر سجدہ سہو کرنا ہو گا تو اس سے پہلے تشہد بھی دوبارہ پڑھنا ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قعدہ اخیرہ میں بھول کر کھڑے ہو جانے کی صورت میں یاد آنے پر جب واپس لوٹا تو سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے۔ البتہ کھڑے ہو جانے کی وجہ سے تشہد باطل نہیں ہوتا کہ دوبارہ پڑھنا ضروری ہو، لہٰذا قعدہ میں بیٹھتے ہی ایک جانب سلام پھیر کر سجدہ میں چلا جائے، دوبارہ تشہد نہ پڑھے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

مصدق	مجیب
مفتی فضیل رضا عطاری	مولانا محمد سرفراز اختر عطاری

4 رکوع و سجود کی تسبیح صرف ایک ایک دفعہ پڑھی تو نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک کام سے کہیں جانا تھا، وقت کم تھا اور گاڑی نکل جانے کا خوف تھا، تو نماز ادا کرتے ہوئے رکوع و سجود میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بجائے ایک ایک مرتبہ پڑھی، کیا اس صورت میں میری نماز ادا ہو گئی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رکوع و سجود میں تین بار تسبیح پڑھنا سنت ہے، بلا ضرورت تین بار سے کم تسبیح پڑھنا یا بالکل نہ پڑھنا، مکروہِ تنزیہی ہے، ایسی صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا مستحب یعنی بہتر ہوتا ہے، البتہ کسی عذر مثلاً وقت کم ہونے یا گاڑی چلے جانے کے خوف سے تین بار سے کم تسبیح پڑھی، تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں آپ کی نماز بلا کراہت ادا ہو گئی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

مصدق	مجیب
مفتی فضیل رضا عطاری	مولانا محمد سرفراز اختر عطاری

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

1 مردہ بیوی کے ہاتھ کو بوسہ دینا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شوہر اپنی مردہ بیوی کے ہاتھ کو بوسہ دے سکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَاب

قوانینِ شرعیہ کے مطابق بیوی کی وفات سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے اور شوہر اس کیلئے اجنبی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شوہر کا بلا حائل اسے چھونا جائز نہیں ہوتا، لہٰذا شوہر اپنی مردہ بیوی کے ہاتھ وغیرہ کو بلا حائل بوسہ نہیں دے سکتا، ناجائز و ممنوع فعل ہے، البتہ اپنی مردہ بیوی کا چہرہ دیکھنا، اسے کندھا دینا، قبر میں اتارنا وغیرہ تمام امور جائز ہیں، یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے، نہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یہ سب باتیں محض غلط ہیں ان کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ حکم شوہر کے اعتبار سے ہے، جہاں تک بیوی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد بیوی اسے بلا حائل چھو سکتی ہے، اسے غسل بھی دے سکتی ہے، کیونکہ شوہر کی وفات سے نکاح فوراً ختم نہیں ہوتا، بلکہ جب تک بیوی عدت میں ہو من وجہٍ نکاح باقی رہتا ہے، البتہ اگر شوہر نے مرنے سے پہلے طلاقِ بائن دے دی تھی، تو اگرچہ عورت عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی اور نہ ہی چھو سکتی ہے کہ طلاقِ بائن سے نکاح فوراً ختم ہو جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مجیب — مولانا محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق — مفتی فضیل رضا عطاری

2 حاملہ عورت کے پستان سے نکلنے والے پانی کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاملہ عورت کے حمل کا آخری مہینہ ہے، اس عورت کے پستان سے کبھی کبھار بغیر کسی بیماری اور تکلیف کے سفید پانی آتا ہے تو کیا یہ پانی ناپاک ہوگا؟ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے اور کیا اس صورت میں وضو بھی ٹوٹ جائے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَاب

پستان سے نکلنے والا وہ پانی وضو توڑتا ہے جو بیماری یا زخم کی وجہ سے نکلے اور بہہ کر ایسی جگہ پہنچ جائے جس کو وُضو یا غسل میں دھونا فرض ہے، جبکہ پوچھی گئی صورت میں پستان سے نکلنے والا سفید پانی کسی بیماری یا زخم کی وجہ سے نہیں ہے، لہٰذا اس کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور نہ ہی یہ پانی ناپاک کہلائے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مجیب — مولانا محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق — مفتی فضیل رضا عطاری

حضرت عائشہ کے اعلیٰ اوصاف

(قسط 7)

گزشتہ سے پیوستہ محبوبۂ محبوبِ خدا اُمُّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو محبت تھی اس کا ذکر ابتدائی دو قسطوں میں گزر چکا ہے، مگر وہاں یہ ذکر رہ گیا تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کس قدر محبت فرماتی تھیں، چنانچہ اس حوالے سے سیدہ عائشہ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو سیرت و حدیث کی کتب میں کئی واقعات ایسے ملیں گے جو سیدہ عائشہ کے عشقِ رسول میں فنا ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! محبت کی بنیاد تین چیزیں ہوتی ہیں: جمال، کمال اور نوال یعنی احسان۔ یعنی انسان جس سے محبت کرتا ہے تو اس کے پیشِ نظر محبوب کی صورت کا حسن ہوتا ہے یا سیرت کا کمال و اکمل ہونا یا وہ اس کے احسانات کی وجہ سے اسے محبوب جانتا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے اگر اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات کو دیکھیں تو آپ ہر وصف میں باکمال ہیں، کوئی آپ کا ثانی نہیں، حُسنِ صورت میں کوئی مثل ہے نہ حُسنِ سیرت میں کوئی مثال۔[1] چنانچہ سیدہ عائشہ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت ہی نہیں رکھتی تھیں، بلکہ یہ محبت عشق کی صورت اختیار کر چکی تھی، محبت میں حد سے تجاوز کرنا عشق کہلاتا ہے۔[2] اور عاشق خواہ کوئی بھی ہو وہ ہر لمحہ اپنے محبوب کی رضا اور اس کی توجہ حاصل کرنا چاہتا، اس سے ملاقات کا شوق رکھتا، اس کی ہر ادا کو اپنانے کی کوشش کرتا اور ہر دم اسی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ نیز اپنے محبوب کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتا، اس کی شان و عظمت سن کر خوش ہوتا اور اپنے محبوب کا عیب سننا یا اس کی شان میں ہلکی سی گستاخی و کوتاہی بھی ہر گز گوارا نہیں کرتا، اس کے دشمنوں کو دشمن جانتا، اس کے پیاروں کو چاہتا اور اس کی نسبتوں سے بھی پیار کرتا ہے اور یہی وہ عشقِ رسول ہے جس کی جھلک سیدہ عائشہ کی حیاتِ طیبہ میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ چنانچہ آپ کے عشقِ مصطفےٰ پر مبنی کثیر واقعات میں سے چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

حضور کی رضا و توجہ چاہنے کی مثال

اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ عنہا حضور کی رضا و خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتی اور حضور کی نظر کرم اور توجہ کی منتظر رہتیں تھیں، یہی وجہ ہے کہ آپ حضور کی خدمت کی خاطر (نفلی) روزہ بھی نہ رکھتی تھیں۔ جیسا کہ آپ خود فرماتی ہیں: مجھ پر رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے مگر میں حضور کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے ماہِ شعبان کے علاوہ ان کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔[3]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (یعنی) دس ماہ میں ہر وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم آپ مجھے کس وقت شرفِ قُربت عنایت فرمائیں، اس لئے روزہ قضا نہ کرتی تھیں۔ معلوم ہو رہا ہے کہ اُمُّ المومنین ان دس ماہ میں نفلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں۔ جب فرض قضا نہ کر سکتی تھیں تو نفل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[4]

حضور کی نسبتوں سے پیار کی مثال

سیدہ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہُ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نسبت کی وجہ سے حضور کے عزیز و اقارب کا بھی حد درجہ احترام فرمایا کرتیں، اس کی ایک واضح مثال بخاری شریف کی اس حدیثِ پاک میں بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنی بہن حضرت اسماء بنتِ صدیق کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہُ عنہما سے راہِ خدا میں کثرت سے خرچ کرنے سے منع کرنے پر خفا ہو گئیں، حضرت عبدُ اللہ بن زبیر نے راضی کرنے کی کافی کوشش کی اور جب دیکھا کہ رضامندی کی کوئی صورت نہیں پیدا ہو رہی تو انہوں نے حضور کے ننھیالی رشتے داروں یعنی بنو زہرہ خاندان کے چند بزرگوں سے سفارش کروائی کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ سیدہ عائشہ حضور کے ننھیال والوں کی بات ضرور مانیں گی اور انہیں کبھی نہیں ٹالیں گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ سیدہ عائشہ نے حضور کی نسبت کی وجہ سے حضور کے ننھیالی بزرگوں کی سفارش پر انہیں معاف فرما دیا۔[5]

حضور کی بے ادبی پر اظہارِ ناراضی کی مثال

عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کی تعظیم و تکریم کا خیال رکھتا ہے، اس کی شان و عظمت کے چرچے سننا چاہتا ہے اور دوسروں سے سن کر خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کے محبوب میں کوئی عیب تلاش کرنے کی کوشش کرے یا اس کی شان میں ہلکی سی گستاخی و کوتاہی بھی کرے تو وہ ہرگز گوارا نہیں کرتا اور اپنی کوشش بھر منہ توڑ جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک موقع پر اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے چند یہودیوں کو جو منہ توڑ جواب دیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بخاری شریف میں یہ واقعہ کچھ یوں منقول ہے کہ کچھ یہودی حضور نبی کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور انہوں نے السلام علیکم کے بجائے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ کہا، یعنی انہوں نے اپنی بری نیت کی بنا پر سلام کو سام یعنی موت کے لفظ سے بدل دیا، اس پر حضور نے اگرچہ انہیں وعلیکم ارشاد فرما کر بڑا ہی خوبصورت جواب دیا کہ جو کچھ تم نے مجھے کہا ہے وہی سب کچھ تم پر ہو۔ مگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کے عشقِ رسول نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان کے سامنے ان کے محبوب کی شان میں گستاخی کرے، چنانچہ آپ نے انہیں بڑے ہی غضب ناک انداز میں یہ جواب دیا: عَلَیْکُمْ، وَلَعَنَکُمُ اللهُ، وَغَضِبَ اللهُ عَلَیْکُمْ یعنی تم نے جس موت کو میرے محبوب پر نازل ہونے کا کہا ہے وہ تم سب پر نازل ہو، بلکہ تمہاری اس بری نیت کی وجہ سے اللہ پاک تم پر لعنت کرے اور تم پر اپنا غضب بھی فرمائے۔[6] مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہُ عنہا کا یہ غضب و غصّہ حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی والہانہ محبت کی بنا پر تھا کہ تم نے محبوب کو یہ کیوں کہا![7]

حضور کے حسن و جمال پر فدا ہونے کا اظہار

عاشق اپنے محبوب کے حسن پر بھی فدا ہوتا ہے، چنانچہ سیدہ عائشہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ اگرچہ حسن و جمالِ مصطفٰے کے نظاروں سے ہمیشہ اپنی نگاہوں کو فیض یاب کرتی ہی رہتی تھیں، مگر پھر بھی آپ کی نگاہیں حضور کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے تھکتی نہ تھیں۔ چنانچہ ایسے ہی ایک موقع پر جب حضور اپنا جوتا مبارک سی رہے تھے اور سیدہ عائشہ اگرچہ بظاہر چرخہ کات رہی تھیں مگر آپ کی نگاہیں حضور کے سراپائے ناز پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک دیکھتی ہیں کہ حضور کی مبارک پیشانی پر پسینا ظاہر ہوا اور اس سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگیں۔ اگرچہ آپ ہر وقت حضور کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھایا کرتی تھیں، لیکن حضور کے حُسن کے اس پہلو کو یوں دیکھا تو دم بخود ہو گئیں۔ ادھر حضور نے بھی ان کی حیرانی کو بھانپ لیا تو پوچھا: اے عائشہ! کیا ہوا ہے کہ اتنی حیرت میں ہو؟ عرض کی: آپ کی مبارک پیشانی پسینا بہا رہی ہے اور اس خوشبو دار پسینے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ اگر (عرب کا مشہور شاعر) ابو کبیر ہُذلی آپ کو دیکھ لیتا تو جان لیتا کہ اس کے

شعر کے زیادہ حق دار آپ ہیں۔ حضور نے پوچھا: اے عائشہ! ابو کبیر کیا کہتا ہے؟ عرض کی: وہ کہتا ہے:

وَمُبَرَّأً مِنْ كُلِّ غَيْرِ حَيْضَةٍ | وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءِ مُغَيَّلِ
فَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ | بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

ترجمہ: وہ حیض کے آخری ایام میں کئے گئے جماع، دودھ پلانے والی کی خرابی اور حالتِ حمل کے دودھ پینے سے پیدا ہونے والی بیماری سے پاک ہے اور جب تم اس کی پیشانی کی لکیروں کو دیکھو گے تو وہ چمکنے والے بادل کی طرح چمک رہی ہوں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (میرے اشعار سن کر) حضور نے اٹھ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اللہ پاک تمہیں میری طرف سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ تم مجھ سے اتنا خوش نہیں ہوئی جتنا میں تم سے خوش ہوا۔[8]

عام طور پر محبوب کے حسن و جمال کا ذکر جب کوئی عاشق کرتا ہے تو وہ بہت مبالغہ کرتا ہے، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حُسنِ بے مثال کا ذکر سیدہ عائشہ نے جن الفاظ میں فرمایا ہے وہ خود ایک بہت بڑی حقیقت ہے اور اس میں کسی کو کوئی شک نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

فَلَوْ سَمِعُوْا فِيْ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّهِ | لَمَا بَذَلُوْا فِيْ سَوْمِ يُوْسُفَ مِنْ نَقْدٍ

یعنی اگر حضور کے مبارک گال کے اوصاف مصر والے سن پاتے تو حضرت یوسف کی خریداری میں مال و دولت خرچ نہ کرتے۔

لَوَاحِيْ زُلَيْخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِيْنَهُ | لَآثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَى الْاَيْدِيْ

یعنی اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں حضور کی پیشانی شریف دیکھ پاتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔[9]

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی تے میں سکھ نوں چلھے پاواں

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگر محبوبۂ محبوبِ خدا تھیں تو سیدہ عائشہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عشق کی حد تک محبت فرماتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ اس حال پر راضی رہیں جس میں حضور نے انہیں رکھا۔ مثلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فقر و فاقہ پسند تھا، بسا اوقات کئی کئی راتیں مسلسل فاقہ فرماتے،[10] حضور کی اس اختیاری بھوک کو دیکھ کر سیدہ عائشہ ایک مرتبہ رونے لگیں اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ اللہ پاک سے کھانا کیوں طلب نہیں فرماتے تاکہ وہ آپ کو کھلائے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میں اپنے رب سے سوال کروں کہ یہ دنیا کے پہاڑ سونے کے بن کر میرے ساتھ چلیں تو زمین میں جہاں میں چاہتا وہ ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلا دیتا لیکن میں نے دنیا میں پیٹ بھرنے پر بھوک کو، دنیوی مالداری پر فقر کو اور دنیوی خوشی پر غم کو اختیار کیا ہے۔[11]

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پیٹ مبارک کبھی بھی نہ بھرا اور نہ کبھی اس کا شکوہ کیا، آپ کو شکم سیر ہونے سے فاقہ زیادہ پسند تھا، جب میں آپ کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرتی تو آپ کی بھوک کی حالت دیکھ کر مجھے آپ پر رحم آتا، چنانچہ ایک مرتبہ میں نے روتے ہوئے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میری جان آپ پر قربان! آپ اگر دنیا میں اتنی غذا لے لیں جو آپ کی بھوک کے لئے کافی ہو (تو کیا حرج ہے؟) تو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! مجھے اس دنیا سے کیا تعلق؟ پھر ارشاد فرمایا: مجھ سے پہلے جو ہمت والے رسول گزرے ہیں انہوں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ حالت پر صبر کیا اور وہ اسی حالت میں چلے گئے۔ جب وہ ربِّ کریم کی بارگاہ میں پہنچے تو اس نے ان کے انجام کو بہت عزت والا بنا دیا اور ان کے ثواب کو اور بڑھا دیا، مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں اپنی زندگی خوشحال گزاروں اور کل (قیامت میں) درجے میں اپنے بھائیوں سے پیچھے رہ جاؤں۔[12]

سیدہ عائشہ کے عشقِ رسول پر ہزار جانیں قربان! حضور کے اس اختیاری فقر و فاقہ میں سیدہ عائشہ نے بھی دیگر مقدس بیویوں کے ساتھ مل کر حضور کا بھرپور ساتھ دیا، جیسا کہ آپ فرماتی

ہیں: چالیس چالیس دن ایسے گزر جاتے کہ حضور کے مبارک گھر میں چراغ جلتا نہ چولہا۔ پوچھا گیا: پھر آپ کس طرح گزارہ کرتے تھے؟ فرمایا: دو کالی چیزوں یعنی پانی اور کھجور پر۔[13]

سیدہ عائشہ کو حضور کا یہ اختیاری فقر اتنا محبوب تھا کہ حضور کے وصالِ ظاہری کے بعد جب فتوحات کا سلسلہ عام ہوا اور مال و دولت کی کثرت ہونے لگی تو بھی آپ اپنے پاس کچھ نہ رکھتیں، بلکہ جو کچھ بھی تحائف وغیرہ آتے انہیں صدقہ کر دیتیں۔[14] مثلاً ایک مرتبہ کچھ کپڑے، چاندی اور دیگر سامان آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جو آپ کے حجرے کے پاس رکھ دیا گیا، آپ باہر تشریف لائیں تو یہ سب دیکھ کر رونے لگیں اور ارشاد فرمایا: حضور نے اس قسم کا مال و اسباب نہیں پایا۔ لہٰذا آپ نے وہ سارا سامان راہِ خدا میں تقسیم کر دیا اور کچھ بھی بچا کر نہ رکھا حالانکہ اس وقت آپ روزے سے تھیں اور آپ کے پاس ایک مہمان بھی ٹھہرا ہوا تھا، مگر آپ نے خشک روٹی اور زیتون کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔[15] ایک مرتبہ آپ نے اپنا مال و اسباب ایک لاکھ درہم میں بیچ کر رقم راہِ خدا میں تقسیم کر دی اور جو کی روٹی سے روزہ افطار کیا۔[16] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کسی مسکین نے کچھ مانگا، اس وقت آپ روزہ دار تھیں اور پاس صرف ایک ہی روٹی تھی، آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس مسکین کو دے دو۔ اس نے عرض بھی کی کہ پھر روزہ کس سے افطار کریں گی؟ مگر آپ نے روٹی اس مسکین کو دینے کا حکم دیا اور اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا۔[17]

سبحان اللہ! حضور کے بعد مال و دولت کی کثرت کے باوجود سیدہ عائشہ کی زندگی میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہ ہوئی اور آپ نے اپنی باقی زندگی حضور کی یاد میں ایسے ہی گزاری جیسے حضور کے ساتھ گزری تھی۔ البتہ! جب بھی آپ کو حضور کی یاد آتی، آپ اشک بار ہو جاتیں، جیسا کہ آپ خود فرماتی ہیں: اگر میں کبھی پیٹ بھر کر کھا لیتی ہوں تو میرا جی رونے کو چاہتا ہے اور میں رونے لگتی ہوں۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: مجھے میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ حالت یاد آتی ہے، جس پر آپ دنیا سے جدا ہوئے کہ کبھی بھی دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہ آئی۔[18]

عائشہ صدیقہ روتی تھیں نبی کی بھوک پر
ہائے! ابھرتی ہیں غذائیں ہم پیٹ میں ٹھونس کر

سیدہ عائشہ عشقِ رسول کے اس مقام پر فائز تھیں جہاں ان کے پیشِ نظر صرف حضور کی ذات تھی، حضور کی خوشی میں خوشی محسوس کرتیں اور دکھ میں دکھی ہو جاتیں، حضور کو غم زدہ دیکھتیں تو خود رونے لگتیں خواہ وجہ معلوم ہوتی یا نہ معلوم ہوتی۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: حَجَّةُ الْوَدَاع کے موقع پر حضور جحون کی گھاٹی (اب اس جگہ کو جَنَّتُ الْمَعْلٰی کہا جاتا ہے) سے گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے، سیدہ عائشہ نے جو حضور کو یوں اشک بار دیکھا تو آپ بھی رونے لگیں،[19] حالانکہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضور کیوں آبدیدہ ہوئے ہیں۔ یہی نہیں ایک روایت میں تو یہاں تک بھی مروی ہے کہ آپ حضور کے بعد حضور کی جدائی میں ہمیشہ آنسو بہاتی رہیں۔[20] اللہ پاک سیدہ عائشہ کے عشقِ رسول کے صدقے ہمیں بھی عشقِ رسول کی دولت عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) مواہب اللدنیہ، 2/478 مفہوماً (2) لسان العرب، 2/2635 (3) مسلم، ص445، حدیث:2687 (4) مراۃ المناجیح، 3/175 (5) بخاری، 2/475، حدیث:3503 ماخوذاً (6) بخاری، 4/108، حدیث:6030 (7) مراۃ المناجیح، 6/319 (8) سننِ کبریٰ للبیہقی، 7/694، حدیث:15427 (9) زرقانی علی المواہب، 4/390 (10) ترمذی، 4/160، حدیث:2367 (11) تفسیر روح البیان، 2/130 (12) الشفا، 1/142، 143 (13) مسند طیالسی، جز:6، ص207، حدیث:1472 (14) بخاری، 2/475، حدیث:3505 (15) حلیۃ الاولیاء، 2/59، رقم:1475 (16) حلیۃ الاولیاء، 2/58، رقم:1474 (17) موطا امام مالک، 2/473، رقم:1929 (18) ترمذی، 4/159، حدیث:2363 (19) التذکرۃ، ص18، 19 (20) حلیۃ الاولیاء، 2/54

بابرکت وقت

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

صبح کے وقت میں برکت ہوتی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس وقت کے لئے یوں دعا فرمائی: یااللہ! میری اُمّت کے لئے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔[1] یعنی (یااللہ!) میری اُمّت کے تمام اُن دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کریں۔ جیسے سفر، طلبِ علم، تجارت وغیرہ۔[2] ایک حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوتا ہے: رزق اور حاجتوں کی طلب دن کے آغاز میں کرو کیونکہ صبح کے وقت میں برکت اور کامیابی ہے۔[3]

کئی خواتین فجر کی نماز پڑھ کے سو جاتی ہیں، حالانکہ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد بلا ضرورت (کسی عذر مثلاً بیماری یا مناسب نیند پوری نہ ہونا وغیرہ اعذار کے بغیر) سونا اگرچہ ناجائز یا گناہ نہیں تاہم مکروہِ تنزیہی و ناپسندیدہ ضرور ہے کیونکہ یہ وقت رزق کی تقسیم کا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: نمازِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے تک اپنے رزق کی تلاش سے مت سویا کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی وضاحت پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: 70 مرتبہ سبحان اللہ، اللہُ اکبر اور استغفر اللہ پڑھا جائے تو اس وقت رزق ملتا ہے۔[4] نیز سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور میرے ہاں فجر کے بعد تشریف لائے تو دیکھا کہ میں آرام کر رہی ہوں تو مجھے اٹھا کر نصیحت فرمائی: اے میری بیٹی! کھڑی ہو جاؤ، رزق کی تقسیم کے وقت اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر رہو اور غفلت والوں میں سے نہ ہو۔ بے شک اللہ پاک طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس کے درمیان لوگوں میں رزق تقسیم فرماتا ہے۔[5]

اس وقت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہمارے بزرگانِ دین طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک بھلائی اور تقویٰ کے علاوہ ہر طرح کی بات کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔[6] چنانچہ جو خواتین فجر کے وقت بھی سوتی رہتی اور ترکِ نماز جیسے سخت گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہوتی ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ وہ توبہ کرکے نمازِ فجر وقت میں ادا کرنے کی عادت بنائیں۔ نجانے کیوں ہم نے اپنی روٹین بالکل غیر فطری بنالی ہے کہ راتوں کو جاگتی اور دن میں سوتی ہیں حالانکہ رات کا آرام دن کے آرام سے زیادہ صحت بخش بھی ہے اور عین فطرت کا تقاضا بھی۔ لہٰذا بلا ضرورت رات دیر تک جاگنے کے بجائے جلدی سونے کی عادت بنایئے تا کہ فجر میں بآسانی آنکھ کھل جائے۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد طلوعِ آفتاب تک تلاوتِ قرآن، اوراد و وظائف، ذکر و اذکار میں مشغول رہیے، نیز تفسیر صراط الجنان سے کم از کم تین آیات ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے کی سعادت حاصل کیجئے۔ ممکن ہو تو کچھ واک بھی کرلیجئے اور صبح کی صاف ستھری فضا میں سانس لیجئے۔ اشراق و چاشت کا وقت ہو جانے پر نمازِ اشراق و چاشت ادا کیجئے۔ اپنے اہم نیز علمی کاموں کو صبح کے بابرکت وقت میں سر انجام دیجئے۔ ہر صبح یہ نیت کرلیجئے کہ ان شاء اللہ الکریم آج کا دن آنکھ، کان، زبان اور ہر عضو کو گناہوں اور فضولیات سے بچاتے ہوئے نیکیوں میں گزاروں گی۔ یہ بابرکت وقت اللہ پاک ہمیں اپنی رضا والے کاموں میں گزارنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ترمذی، 3/6، حدیث: 1216 (2) مراٰۃ المناجیح، 5/491 (3) جامع صغیر، ص 187، حدیث: 3123 (4) الغرائب الملتقطہ، 7/240، حدیث: 2781 (5) شعب الایمان، 4/181، حدیث: 4735 (6) قوت القلوب، 1/30

رخصتی (قسط 2)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
دفتر ذمہ دار پاک سطح، شعبہ حج و عمرہ کراچی

گزشتہ سے پیوستہ شادی کی متفرق رسموں کا بیان جاری ہے، پچھلی قسط میں رخصتی سے پہلے کی رسموں کا ذکر گزرا، اب رخصتی اور اس کے بعد کی دیگر رسموں کو ذکر کیا جائے گا:

رخصتی اور اس کے بعد کی رسومات

دلہن کی سہرا بندی رخصتی کے وقت دلہن کے لئے پھولوں کا سہرا لایا جاتا ہے جو لڑکے والوں کی طرف سے ہوتا ہے، لڑکے والوں میں سے ہی کوئی خاتون اس سہرے کو پہلے سات شادی شدہ خواتین جو صاحبِ اولاد ہوتی ہیں ان کے ماتھے پر لگاتی ہے، اس کو اچھا شگون مانا جاتا ہے۔ بعض اس میں بھی تخصیص کر دیتی ہیں کہ جن کی پہلی اولاد لڑکا ہو ان کی پیشانی سے لگاتے ہیں، پھر دلہن کو ایک چادر اس طرح اوڑھائی جاتی ہے کہ اس کا منہ اور پورا بدن چھپ جاتا ہے اس کے اوپر سہرا باندھا جاتا ہے۔ اب دلہن کے ساتھ کسی کو رہنا ہوتا ہے تاکہ اس کو سنبھالے کیونکہ اس صورت میں دلہن کو کچھ دکھائی نہیں دیتا، سہرے کے سبب مکمل طور پر دلہن چھپ جاتی ہے۔

سر پر قرآنِ پاک رکھنا دلہن کے سر پر قرآن پاک رکھ کر رخصت کرنے کی رسم دلہن کے بھائی یا والد انجام دیتے ہیں۔ ایسا کرنا اگرچہ جائز اور باعثِ برکت ہے مگر اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ گانے باجے یا آتش بازی وغیرہ کی کوئی صورت نہ ہو، کیونکہ یہ ہرگز درست نہیں کہ ایک طرف قرآنِ کریم سے برکت لی جارہی ہو اور دوسری جانب اسلامی احکامات کی ہی نافرمانی کی جارہی ہو۔ یوں تو قرآنِ کریم پاس نہ ہو اس وقت بھی ان گناہوں سے بچنا ضروری ہے مگر قرآنِ کریم کی موجودگی میں اس کی عظمت و اہمیت کے پیشِ نظر خاص طور پر گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔[1]

خیال رہے کہ قرآن پاک کو بے وضو نہ اٹھایا جائے، البتہ! اگر قرآنِ عظیم جُزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں، یونہی رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کے تو جائز ہے۔ آستین یا آنچل سے یہاں تک کہ اگر چادر کا ایک کونا کندھے پر ہے تو دوسرے کونے سے قرآنِ پاک چھونا حرام ہے۔[2] ویسے آج کل جو جہیز کے لئے قرآنِ پاک ہوتے ہیں وہ خوبصورت بکس میں ہوتے ہیں تو اس بکس کو اٹھانے میں حرج نہیں۔

چاول پھینکنا رخصتی کے وقت لڑکی والے ایک تھال میں کچے چاول رکھتے ہیں، دلہن رخصتی کے وقت دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر چاول اٹھاتی اور پیچھے کی جانب پھینکتے ہوئے آگے چلتی ہے ایسے میں یہ چاول پاؤں میں آتے ہیں اور ضائع ہو جاتے ہیں، اس سے شگون یہ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنا اناج یہیں چھوڑ کر جارہی ہے۔ ایسا کرنا ناجائز ہے کہ اس میں اسراف ہے اور رزق پاؤں میں آتا ہے۔[3] اس رسم کے متعلق یہ مروی ہے کہ رخصتی کے وقت دلہن اپنے پاؤں سے چاول پھینکتی ہے۔ بہر حال اس رسم میں چونکہ رزق کی بے حرمتی ہے اور یہ رسم غیر مسلموں سے مسلمانوں میں منتقل ہوئی ہے۔ لہٰذا اس رسم سے بچنا ہی لازم و ضروری ہے۔[4]

دو بہنوں کی ایک ساتھ رخصتی دو بہنوں کی ایک ساتھ رخصتی کرنے کے متعلق یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ دو بہنوں کی ایک ساتھ رخصتی کی جائے تو ایک بہن پھلتی نہیں اور خوش نہیں رہتی، بلکہ پریشان رہتی ہے، یہ محض ایک بد شگونی ہے۔ دو یا

کئی بہنوں کا نکاح یا رخصتی ایک ہی دن میں کرنا شرعاً جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، یہ کہنا کہ ایسا کرنے سے ایک بہن پریشان رہے گی، محض من گھڑت بات ہے جس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ بد شگونی ہے اور بد شگونی پر یقین رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا گناہ ہے۔[5]

رخصتی کے وقت گلے ملنا رخصتی کے وقت دلہن سے اس کے گھر والے اور قریبی رشتے دار گلے ملتے ہیں۔ اس حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت عورت سے گلے ملے تو اس میں حرج نہیں جیسے والدہ اور بہنوں کا دلہن سے گلے ملنا، جبکہ ممانعت کی کوئی وجہ موجود نہ ہو، اور محارم مرد اور عورت کے گلے ملنے میں اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ اس کی اجازت نہ ہو گی اور نامحرم سے گلے ملنا تو ناجائز و حرام ہے اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔[6]

پرندے آزاد کرنا بعض جگہوں پر یہ رواج بھی دیکھا گیا ہے کہ رخصتی کے عین موقع پر جب بارات جانے لگتی ہے تو ایک جوڑا پرندے کا دولہن دولہے کے ہاتھ سے آزاد کروایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کی زندگی کی جو سختی ہو وہ دور ہو جائے۔ نیز نیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ پاک ان کو آزاد کرنے کے سبب اس جوڑے کو برکت عطا فرمائے گا اور مشکل دور فرمائے گا۔ فی نفسہ پرندوں کو آزاد کرنے اور ان سے نیک شگون لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ! اس بات کا خیال رہے کہ بعض جگہوں پر اس کو کاروبار بنا لیا گیا ہے کہ لوگ ان پرندوں کو آزاد کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ان کو قید کر کے فروخت کرتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں آزاد کرنے کے لئے پرندہ خریدنا گویا مزید پرندے قید کرنے پر ابھارنا ہے تو اس سے بچا جائے۔

پالکی / ڈولی پر دلہن کو بٹھانا پالکی جسے ڈولی بھی کہا جاتا ہے، یہ لکڑی سے بنی ہوئی مستطیل شکل کی ایک سواری ہے جس میں دو جانب دروازہ ہوتا ہے۔ اس کے آگے اور پیچھے موٹے ڈنڈے لگے ہوتے ہیں جس کی مدد سے اسے اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ سواری امیروں کے لئے استعمال ہوتی تھی پھر اسے دلہن کی رخصتی کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ اس رسم سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہماری بیٹی یا بہن نے اپنی زندگی کے کئی سال اپنے والدین کے گھر میں باعزت طور پر گزارے ہیں آج اس کے احباب باعزت طور پر اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر رخصت کر رہے ہیں۔ اب تو گاڑی کا دور آگیا ہے مگر بعض شوقین اب بھی ڈولی میں رخصتی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے علمائے اہلِ سنت فرماتے ہیں: نکاح کے بعد ماں باپ کے گھر سے دلہن کو شوہر کے گھر لے جاتے ہیں۔ اسے ہمارے ہاں عرف میں رخصتی کہتے ہیں۔ اسے پیدل بھی لے جاسکتے ہیں، گھوڑے یا کسی جانور پر سوار کر کے بھی اور پالکی وغیرہ میں بھی لے جاسکتے ہیں، آج کل کار وغیرہ میں بٹھا کر لے جاتے ہیں۔ یہ سب طریقے درست ہیں اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ بس صرف اتنا لازم ہے کہ ستر و حجاب شرعی کا اہتمام کیا جائے اور اس کا بدن کسی غیر محرم مرد سے مس نہ کرے۔ دلہن کو پالکی میں بٹھا کر لے جانے کو حرام کہنا، جبکہ اس پالکی کو مرد اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوں غلط ہے۔ کسی بات کو حرام قرار دینے کے لئے دلیلِ شرعی کی ضرورت ہوتی ہے، خود شارع نہیں بننا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں اگر پالکی پر بٹھانا ثابت نہیں ہے تو کاروں پر بھی لے کر جانا کہاں سے ثابت ہے؟ کیا یہ بھی حرام ہو جائے گا؟[7] لہٰذا پالکی میں رخصتی تو جائز ہے مگر خیال رہے کہ اس میں دیگر خرافات شامل نہ ہوں۔

---

(1) ماہنامہ فیضانِ مدینہ جولائی 2024، ص63 ملخصاً (2) بہار شریعت، 1/326، حصہ: 2 (3) رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص247 (4) اسلامی شادی، ص73 ملخصاً (5) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Web-998 (6) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: wat-944 ملخصاً (7) تفہیم المسائل، 2/242

بُری عادتیں (قسط 6)

بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز یزمان بہاولپور

دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کی وجوہات ذکر کئے جانے کا سلسلہ جاری ہے، زیرِ نظر مضمون میں بیان کردہ بُری عادت بھی حُصولِ عِلمِ دین میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

بری صحبت اور ناجائز دوستیاں

انسان کی زندگی میں دوستی اور صحبت کی کتنی اہمیت ہے اس سے متعلق داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: ایک شخص کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دعا کر رہا تھا: یااللہ! میرے بھائیوں کو نیک بنا دے۔ اس پر لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم اس مقام پہ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کر رہے؟ جبکہ بھائیوں کے لئے دعا کر رہے ہو! کہا: اے بھائی: میں ان کی طرف جاؤں گا، اگر وہ نیک ہوئے تو ان کی نیکوکاری کی وجہ سے میں بھی نیک بن جاؤں گا اور اگر وہ فساد کرنے والے ہوئے تو ان کے فساد کی وجہ سے میں بھی فساد کرنے والا بن جاؤں گا۔[1] اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نفس کو دوستوں اور ہم نشینوں سے انس حاصل ہوتا ہے اور انسان جس جماعت میں رہے گا اسی کی عادت اختیار کرے گا، اس لئے کہ عمل و ارادہ صحبت سے پیدا ہوتا ہے، جب علم و عمل والوں کی صحبت ملے گی تو ان کی شخصیت میں موجود خواص اس کی ذات میں بھی پرورش پائیں گے، اس لئے کہ صحبت کا طبیعت پہ ایک خاص تاثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ صحبتِ عالم سے ایک جاہل شخص عالم ہو جاتا ہے۔ طوطے کو ہی دیکھ لیجئے کہ انسانوں کی صحبت و تعلیم سے انہی کی زبان بولنے لگتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخِ کرام مریدوں کو پہلے صحبت فراہم کرتے ہیں پھر تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ بلکہ صوفیائے کرام کے نزدیک تو صحبت کے آداب سیکھنا فرائض میں شامل ہے۔ جیسا کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہِ علیہ نے اپنے داماد حضرت مغیرہ بن شعبہ رحمۃ اللہِ علیہ سے فرمایا: اے مغیرہ! جس بھائی اور دوست کی صحبت تمہیں دینی فائدہ نہ پہنچائے اس کی صحبت سے بچو تاکہ تم سلامت رہو۔[2] کیونکہ انسان کی دوستی اس کے فطری مزاج کی عکاسی کرتی ہے جیسے شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں پہ ہی بیٹھتی ہے یہ گندگی پہ نہیں بیٹھتی جبکہ عام مکھیاں بیٹھتی ہی گندگی پہ ہیں جس سے ان کی گندی طبیعت کا پتہ چلتا ہے اور یہی ہماری دوستی کا حال ہے کہ ہم جیسی دوستی کا انتخاب کر رہی ہیں ہمارا مزاج بھی ایسا ہی ہو گا۔ اگر ہم بروں کی صحبت میں اٹھتی بیٹھتی ہیں تو یہ ہماری بری طبیعت کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر اہلِ علم و نیک خواتین کی صحبت اختیار کرنا پسند کرتی ہیں تو یہ ہمارے اچھے مزاج کی ترجمانی کرتا ہے۔

چنانچہ،

بد عمل و بد کردار لوگوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا ہدایت سے بھٹکا سکتا ہے۔ جیسا کہ امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: غیر مذہب والیوں (اور والوں) کی صحبت آگ ہے، ذی علم، عاقل، بالغ مَردوں کے مذہب (بھی) اس میں بگڑ گئے ہیں۔ عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدِّث تھا، خارجی مذہب کی عورت (سے شادی کر کے اس) کی صحبت میں (رہ کر) معاذ اللہ خود خارجی ہو گیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ (اس سے شادی کر کے) اسے سُنّی کرنا چاہتا ہے۔ جب صحبت کی یہ حالت (کہ اتنا بڑا محدِّث گمراہ ہو گیا) تو (بد مذہب کو) استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، تو غیر مذہب عورت (یا مرد) کی سپردگی یا شاگردی

میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ (خود ہی) دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بد دین ہو جانے کی پرواہ نہیں رکھتا۔[3]

برے لوگوں سے کنارہ کشی کی ترغیب دیتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی بازاری یا عام شخص تجھ سے جھگڑا کرے تو اس سے نہ جھگڑنا بلکہ عفوو درگزر سے کام لینا کیونکہ تو اس سے جھگڑے گا تو ان لوگوں کی نظروں میں تیری عزت کم ہو جائے گی۔ مزید فرماتے ہیں: نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کے پاس نہ بیٹھنا، ہاں! دین اور سیدھے راستے کی دعوت دینے کے لئے ان کے پاس بیٹھنے میں حرج نہیں۔[4] لہٰذا دینی طلبہ وطالبات کے لئے بہت ضروری ہے کہ صرف متقی اور پرہیز گار لوگوں سے ہی دوستی کریں، اس لئے کہ اللہ پاک کے لئے محبت جنت کا راستہ اور دنیا کے لئے فاسق و فاجر لوگوں کی محبت اور ہم نشینی جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ شریر لوگوں سے میل جول رکھنے سے بچئے، فاسقوں کی صحبت چھوڑ دیجئے، بری عادت وبرے اخلاق والے لوگوں سے دور رہیے کہ برے لوگوں سے دوستانہ تعلقات روزِ قیامت ذلت ورسوائی کا سبب بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (پ25، الزخرف:67) ترجمہ: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔

تَزْکِیَۂ قَلْب یعنی دل کی پاکیزگی کے لئے پاکیزہ صحبت اور اچھا ماحول مفید ہیں تو حُصولِ علم کے لئے سنجیدہ و علمی ذوق رکھنے والے اسٹوڈنٹس کی دوستی ہونی چاہیے، ورنہ پڑھائی سے جی چرانے والے، ٹیچرز کی بے ادبی کرنے والے بلکہ ٹیچرز اور انتظامیہ کے بنائے ہوئے رولز کی خلاف ورزی کرنے والے، ادارے کے اصولوں کو اہمیت نہ دینے والے اور دیگر بری عادتوں میں مبتلا اسٹوڈنٹس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بہت زیادہ نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ برے دوست کہتے نہیں کہ ہم ایسا کرتے ہیں، تم بھی ایسا کرو، بلکہ غیر محسوس انداز میں ان کی عادتیں ہم میں منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور غیر شعوری طور پر یہ عادتیں ہمارے کردار و گفتار کا حصہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ذہین اور پڑھنے کا جذبہ رکھنے والے اسٹوڈنٹس بھی پڑھائی سے بیزار ہونے لگتے ہیں اور پڑھائی پر توجہ دینے کے بجائے اپنی صلاحیتیں فضول وناجائز دوستی کی نحوست کے سبب برباد کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اپنے علمی معیار کو مضبوط بنانے کے لئے اپنے دوستانہ تعلقات کا خاص خیال رکھئے کہیں یہ دوستی آپ کو آپ کے مقصد سے دور نہ لے جائے۔

یاد رکھئے! ایک روایت میں ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔[5] یہاں دین سے مراد یا تو ملت و مذہب ہے یا سیرت واخلاق، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی سیرت و اخلاق اختیار کر لیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کر لیتا ہے، لہٰذا اچھوں سے دوستی رکھو تا کہ تم بھی اچھے بن جاؤ۔ نیز کسی سے دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ ورسول کا فرمان بردار ہے یا نہیں! صوفیا فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اَخذ یعنی لے لینے کی خاصیت ہے، حریص کی صحبت سے حرص، زاہد کی صحبت سے زُہد و تقویٰ ملے گا۔[6] لہٰذا دوست کی صحبت کا اثر انسان کے علم و عمل اور اخلاق و کردار کو متاثر کرتا ہے۔ بعض نادان طلبہ و طالبات ایسی دوستیاں کر لیتے ہیں کہ اپنے اعلیٰ مقاصد سے ہٹ جاتے ہیں، ایسی دوستیاں دینی طلبہ و طالبات کے لئے ہلاکت خیز ہیں۔ اللہ پاک ہمیں دوستی کے معاملے میں افراط و تفریط پر مشتمل تعلقات سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 کشف المحجوب، ص375 2 کشف المحجوب، ص374 3 فتاویٰ رضویہ، 23/692 ملتقطاً 4 امام اعظم کی وصیتیں، ص11، 20 5 ترمذی، 4/167، حدیث: 2385 6 مراٰۃ المناجیح، 6/599 ملتقطاً

شوہر کی فرمان برداری

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

اسلام نے خانگی زندگی کی بہتری کے لئے کچھ اصول وضوابط عطا فرمائے ہیں جو خواتین ان کا خیال رکھتی ہیں ان کی زندگی سکون سے گزرتی ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ خانگی زندگی کے تمام رہنما اصولوں کی اصل یہ ہے کہ شریعت نے گھریلو نظام کو مضبوط بننے کے لئے گھر کی سربراہی اور قیادت مرد کو عطا فرمائی ہے اور عورت کو اس کا ماتحت بنایا ہے، تو بے جا نہ ہوگا، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (پ 5، النسآء: 34) ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔ یعنی مرد عورت پر حاکم ہے، لہٰذا عورت کو مرد کی اطاعت و فرمان برداری کرنی ہے، اس کے بجائے اگر عورت چاہے کہ شوہر میری مانے اور میرا فرمان برداری ہو تو یہ درست نہیں۔ نت نئی فرمائشیں مثلاً: طرح طرح کے کھانوں، نت نئے ڈیزائن کے کپڑوں وغیرہ کی طلب پوری کرنا شوہر پر واجب نہیں۔ واجب صرف نان نفقہ وغیرہ ہے، البتہ اگر شوہر دیگر فرمائشیں بھی پوری کرتا ہے تو یہ بیوی پر احسان ہوگا۔ نیز اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مرد خواتین کے لئے سائبان اور بہترین محافظ کی حیثیت رکھتے ہیں، خواتین کے قیام و طعام اور آرام وغیرہ کا اہتمام کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ گھر کے سربراہ ان مردوں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی ان کی خواتین کو میلی نظر سے نہیں دیکھ سکتا، سفر ہو یا حضر یہ حضرات ہر جگہ اپنی خواتین کے آرام کا خیال رکھتے اور ان کی خواہشات پوری کرنے کی کوشش میں خوب محنت کرتے ہیں۔

اصولِ دنیا ہے کہ جو ہم پر احسان کرے، ہمارا بوجھ اٹھائے ہمیں کھلائے پلائے اس کا احسان ہی نہ مانا جائے بلکہ اگر وہ کچھ کہے اور خلافِ شرع نہ ہو تو اس کی بات بھی مانی جائے۔ چنانچہ شادی کے بعد ہر عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمان برداری کرے کہ اس پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا اس کا شوہر ہوتا ہے اور شریعت نے بھی اس کا حق عورت پر اس کے والدین سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے: عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔[1] بلکہ ایک روایت میں ہے: قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں جن سے پیپ اور پیپ ملا خون بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تب بھی حقِ شوہر ادا نہ کیا۔[2]

افسوس! بعض خواتین شوہر کے مقابلے میں اپنے والدین وغیرہ کو زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ ایسی خواتین جو شادی کے بعد بھی شوہر کے بجائے اپنے والدین کے دامن سے وابستہ رہتی ہیں اور اپنے شوہر سے زیادہ والدین کی بات سنتی ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ والدین کی خدمت اپنی جگہ لیکن اب شادی کے بعد شریعت نے ان پر شوہر کے حقوق زیادہ لاگو کئے ہیں، دینی و دنیاوی ہر اعتبار سے اب شوہر ہی ان کا سب کچھ ہے، لہٰذا اس کا دل جیتیں، اس سے ان کے والدین کی آنکھیں بھی ان کی طرف سے ٹھنڈی رہیں گی اور ان کا گھر بھی شاد و آباد رہے گا۔

عورت کو چاہیے کہ شوہر کے احسانات کے گُن گاتی رہے کہ ایک مقولہ ہے ”کسی کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتے

تو کم از کم اتنا تو کرو کہ اس کے احسانات کے گُن گایا کرو یعنی ان احسانات کا ذکر کیا کرو! مگر آج کل عورتوں کے دلوں سے شوہر کی تعظیم اور اس کے احسانات کا احساس ختم ہو چکا ہے، اب شوہر کو نام لے کر پکارا جاتا ہے، احسانات کا شکریہ تو دور کی بات ہے اب تو طعنے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً: کوئی کہتی ہے: ”وہ تو میں ہوں جو تمہارے ساتھ گزارا کر رہی ہوں کوئی اور ہوتی تو کب کی چھوڑ کر چلی جاتی!“ تو کوئی یوں طعنہ دیتی ہے کہ ”تم نے میرے لئے کیا ہی کیا ہے؟“ یوں شوہر کی دل آزاری اور ناراضی کا گناہ مول لیتی ہیں، اس ذہنیت اور سوچ کے فروغ پانے میں سوشل میڈیا، مغرب زدہ لبرل نظامِ تعلیم، آزاد خیالی اور فلموں ڈراموں کا نمایاں کردار ہے۔

یاد رکھیے! شوہر کو راضی رکھنے میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، شوہر کے دکھ درد کی ساتھی بنئے، طعنے دینے کے بجائے ڈھارس بندھایئے، چھوڑ کر جانے کی دھمکی دینے کے بجائے ساری زندگی ساتھ نبھانے اور مشکل گھڑی میں ساتھ کھڑے رہنے کا یقین دلایئے، پھر دیکھئے کہ گھر کیسے امن کا گہوارہ بنتا ہے! شوہر کی رضا میں جنت کی خوشخبری ہے، فرمانِ مصطفےٰ ہے: جس عورت کا اس حال میں انتقال ہوا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔[3]

شوہر کی اطاعت کتنی ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو حاجت کے لئے بلائے تو وہ فوراً چلی جائے اگرچہ وہ تنور پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو۔[4] شیخ عبدُ الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہو، تب بھی شوہر بلائے تو چلی جائے[5] کہ شوہر کو ناراض رکھ کر دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت۔

آج کل سوشل میڈیا اور مغربی انداز اپنانے کی بدولت یہ نحوست بھی آئی کہ سر کے تاج کو پیروں کی جوتی بنانے کی خواہش ہونے لگی ہے۔ تاج سر پر ہی زینت دیتا ہے شوہر کو حاکم جان کر تاج سمجھ کر سر پر سجائیں گی تو نہ صرف اس کی چمک بڑھ جائے گی بلکہ حسن میں بھی اضافہ ہوگا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب شوہر کا حق ادا کریں گی اور اس کی اطاعت و تعظیم بجالائیں گی، ایسا کرنے والیوں کے بارے میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو عورت شوہر کا حق ادا کرے وہ ایمان کی لذت پالیتی ہے۔[6] چنانچہ کیسی ہی مصروف ہوں، یا کتنی ہی گہری نیند میں ہوں، شوہر بلائے تو فوراً لبیک کہیے اور خدمت گزاری کیجیے، اس نیت کے ساتھ کہ ان شاء اللہ اس کے بدلے اللہ پاک کی بارگاہ سے اجرِ عظیم کی حق دار ٹھہروں گی۔

شوہر کو تکلیف دینے اور اسے ناراض کرنے سے بھی بچیے کہ یہ بہت برا عمل ہے، کیونکہ ایک روایت کے مطابق جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو جنتی حوروں میں سے اس شخص کی بیوی کہتی ہے: اسے تکلیف مت دے، وہ تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب اسے تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنا ہے۔[7] اور ایک روایت میں ہے: شوہر سے ناراض ہو کر رات گزارنے والی پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔[8] ہاں! اگر شوہر بے حس ہے، شرابی کبابی یا جواری ہے، گھر میں لڑائی جھگڑا کرتا ہے تب بھی بیوی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اس کا خیال نہ رکھے۔ بلکہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے حقوق ادا کرتی رہے اور شوہر کا رویہ اچھا ہونے کے لئے دعا بھی کرتی رہے۔ اگر بیوی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گی تو ہی گھر چلے گا ورنہ تو کچھ اور چل جائے گا جو کہ گھر کو برباد کرنے والا ہوتا ہے۔[9]

---

1 مستدرک، 5/244، حدیث:7418 ملخصاً 2 مسند امام احمد، 20/65، حدیث: 12614 3 ترمذی، 2/386، حدیث:1164 4 ترمذی، 2/386، حدیث:1163 5 اشعۃ اللمعات، 3/154 6 مستدرک، 5/240، حدیث:7405 ملخصاً 7 ترمذی، 2/392، حدیث:1177 ملتقطاً 8 بخاری، 2/388، حدیث:3237 ملخصاً 9 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/498

شوہر کی نافرمانی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 32ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔)

بنتِ الیاس (اول پوزیشن)
جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اسلام ایک ایسا دین ہے جو خاندان اور معاشرتی زندگی کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور ان تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ شوہر اور بیوی کا رشتہ بھی اسی تعلق کی بنیاد ہے جس میں محبت، احترام اور باہمی اعتماد کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام میں بیوی کو شوہر کا حق ادا کرنے اور اس کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے، سوائے ان معاملات میں جہاں شریعت کے خلاف کوئی بات ہو۔ تاہم آج کے دور میں معاشرتی اور ثقافتی اثرات کی وجہ سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض اوقات بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی کرنے لگتی ہے، جس سے خاندان میں کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔

اسلام نے شوہر کو ایک خاص مقام دیا ہے اور بیوی کو اس کے حقوق ادا کرنے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآنِ کریم کے پانچویں پارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا(۳۴) (پ5، النسآء:34)

ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں مرد کو گھر کا نگران اور محافظ قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ بیوی کے لئے رہنمائی اور کفالت کا کردار ادا کرے گا اور دوسری طرف عورت کے لئے مرد کی حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت اور اس کی غیر موجودگی میں عزت کے تحفظ کو عورت کا بہترین وصف شمار کیا گیا ہے۔ نیز احادیثِ مبارکہ میں بھی عورت پر مرد کی

برتری اور اس کی حاکمیت کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔[1] یہ حدیثِ مبارک اس بات کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے کہ شوہر کا مقام دین میں کس قدر اہم ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق بیوی کے فرائض

اسلامی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی کے مضبوط رشتے کے دائمی قیام میں کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں پیشِ نظر رکھنا گھریلو زندگی میں امن و سکون اور باہمی الفت و محبت میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے اور یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق بالخصوص عورت کے ساتھ ہے۔

- **اطاعت:** بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی ہر بات مانے، سوائے ان باتوں کے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہوں۔
- **عزت اور احترام:** شوہر کا مقام گھر کے سربراہ کا ہے، لہٰذا بیوی کو اس کا احترام کرنا چاہیے۔
- **خدمت اور خیال:** شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اس کے سکون کا بندوبست کرنا بیوی کی ذمہ داری ہے۔
- **اخلاقی کردار:** بیوی کو چاہیے کہ وہ صبر اور بُردباری سے کام لے اور شوہر کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے۔

شوہر کی نافرمانی اور اس کے اثرات

بیوی کا شوہر کی نافرمانی کرنا خاندان کے استحکام پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ اگر بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرتی تو گھر کا سکون اور نظام بگڑ سکتا ہے، بچوں پر اس کا منفی اثر پڑتا ہے نیز زندگی میں محبت اور اعتماد کی فضا قائم نہیں رہتی۔ میاں بیوی کے تعلق میں اگر نافرمانی شامل ہو جائے تو یہ اختلافات کو بڑھا سکتی ہے اور گھریلو ماحول کو بھی خراب کر سکتی ہے۔

شوہر کی نافرمانی کے اسباب

شوہر کی نافرمانی کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں:

- شوہر کے ساتھ محبت اور اعتماد کا کمزور ہونا۔
- ازدواجی تعلقات میں ذہنی یا جذباتی دوری۔
- معاشرتی یا ثقافتی اثرات جو بیوی کو شوہر کی اطاعت سے دور کرتے ہیں۔
- شوہر کا رویہ اگر سخت یا غیر منصفانہ ہو تو اس سے بھی بیوی کے دل میں بغاوت پیدا ہو سکتی ہے۔

بیوی کی نافرمانی کا علاج

یہاں چند ایسے امور ذکر کئے جا رہے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے بیوی شوہر کی نافرمانی سے بچ سکتی ہے اور اس کے علاوہ یہ امور میاں بیوی کے رشتے کو خوشگوار بنانے میں بھی کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں:

- **دینی تعلیم:** دین کی تعلیمات کو سمجھنا اور قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا شوہر کے حقوق کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
- **باہمی گفتگو:** میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے مسائل اور خیالات کو سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔
- **معاملات کا حل محبت سے تلاش کرنا:** سختی سے پرہیز کریں اور مسائل کو نرمی سے حل کرنے کی کوشش کریں۔
- **صبر اور دعا:** دعا کرنا اور صبر سے کام لینا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے، لہٰذا اس سے بھی مدد لیں۔

الغرض شوہر کی نافرمانی اسلام میں ناپسندیدہ عمل ہے اور اس کے منفی اثرات صرف میاں بیوی تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے خاندان پر پڑتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ہمیں یہ درس دیتی ہیں کہ بیوی شوہر کے ساتھ محبت، احترام اور اطاعت کا رویہ اپنائے اور ان تعلقات کو مضبوط رکھے تاکہ گھریلو زندگی میں سکون، خوشی اور اللہ کی برکت قائم رہے۔

[1] ابن ماجہ، 2/411، حدیث: 1852

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 32ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 386 مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی اپنی رضاعی ماؤں سے محبت	49	شوہر کی نافرمانی	203	اولاد بگڑنے کے اسباب	134

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی اپنی رضاعی ماؤں سے محبت پنجاب: علی پور جتوئی: بنت عبد الرحمن۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت مختار احمد۔ تلواڑہ مغلاں: خوشبوئے مدینہ، بنت ناصر محمود۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد سلیم، بنت عرفان، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، بنت اورنگزیب، بنت محمد حبیب، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت عثمان علی، بنت طاہر محمود، بنت محمد خلیل، بنت محمد اظہر، بنت ملک رشید احمد، بنت شبیر۔ گلبہار: بنت محمد فیاض، ام ہانی، بنت محمد آصف، بنت شکیل احمد، بنت علی احمد، اخت سلطان، بنت محمد شہباز، بنت الیاس اعوان، بنت عمران، بنت محمد اشفاق، بنت غلام حسین، بنت شبیر احمد، بنت ایاز خان، بنت امیر حیدر۔ مظفر پورہ: بنت نعیم طارق۔ معراجکے: بنت ریاض، بنت محمد عارف، بنت محمد نواز، بنت نور حسین، بنت محمد جاوید۔ نند پور: بنت محمد الیاس، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت محمد انور، بنت شہزاد کامل، بنت رمضان احمد، ام ہانی، بنت وارث علی، بنت طارق محمود، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت افتخار احمد، بنت محمد صدیق۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔

اولاد بگڑنے کے اسباب اٹک حضرو: بنت محمد ایوب۔ حیدر آباد: آفندی ٹاؤن: بنت عمران۔ عبد الغفار منزل: خاکپائے ابو لخیر۔ خانیوال: کوہی والا: بنت واجد۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت سید خان محمد، بنت شوکت علی، بنت ظفر اقبال، بنت غلام محمد، بنت فلک شبیر، بنت محمد اشرف، ہمشیرہ محمد عتیق۔ راولپنڈی: صدر: بنت مدثر۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت محمد رفیق۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت سہیل احمد۔ تلواڑہ مغلاں: اخت عبد الاحد، بنت رزاق احمد، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت فیصل مجید، بنت مشتاق، بنت وسیم علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد شبیر، بنت ہمایوں، بنت ممتاز، بنت انتظار حسین، ہمشیرہ محمد جواد، بنت ندیم جاوید، بنت ذوالفقار انور، بنت اورنگزیب، ہمشیرہ حامد، ہمشیرہ محمد منیب، ہمشیرہ احمد، بنت اصغر، بنت ظہیر احمد، بنت اورنگزیب، بنت دلاور حسین، بنت محمد یعقوب، بنت محمد ریاض، بنت محمد رفیق، بنت محمد ارشد، بنت عبد المجید، بنت محمد نذیر چوہدری، بنت شمس الدین، بنت ساجد، بنت امجد فاروق، بنت بابر، بنت شمس، ہمشیرہ عبد القدوس، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد اشفاق، بنت محمد بوٹا، بنت محمد عابد، بنت محمد احسن، بنت اشرف، بنت خلیل احمد، بنت شمس پرویز، بنت محمد شفیق، بنت محمد گلزار، بنت محمد عمران، بنت محمد نواز۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، اخت سلطان، بنت محمد اشفاق، بنت الیاس، بنت ناصر، ام مشکوۃ، بنت غلام حیدر، بنت محمد سلیم، بنت اصغر، بنت محمد آصف، بنت رمضان، بنت محمد بشیر، ہمشیرہ اسد، بنت عبد القیوم، بنت شمس، بنت عبد الرحمن، بنت سید ظاہر حسین رضوی، بنت محمد نواز، بنت ایاز خان، بنت محمد رشید۔ مظفر پورہ: بنت ارشد علی خاور، بنت عمران، بنت غلام میراں، بنت ارشد علی، بنت نعمان شہزاد، بنت اظہر اقبال، ہمشیرہ احمد، ہمشیرہ عادل، بنت محمد عاشق، بنت محمد لطیف۔ معراجکے: بنت سید شمشیر علی، بنت ضیاء، بنت محمد اکبر، بنت ارشد محمود، بنت عارف، بنت محمد منیر، بنت امین شاہین، بنت شاہد، بنت محمد سلیم، بنت محمد ارشد، بنت پرویز اختر، بنت منور حسین، بنت نواز، بنت الطاف حسین، بنت شہباز احمد، بنت سجاد حسین، بنت محمد زاہد، بنت سمیع اللہ، بنت محمد سمیع اللہ۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت عبد الرزاق، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت شہزاد کامل، بنت افتخار احمد، بنت رمضان احمد، بنت محمد انور، ام ہانی، بنت محمد طارق، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق۔ فیصل آباد: البرہان ایجوکیشنل سسٹم: بنت ندیم۔ کراچی: ام عبد الرحیم، بنت محمد اسلم۔ دھوراجی: بنت عدنان۔ فیڈرل بی ایریا: زوجہ افضال نصیر۔ نارتھ کراچی: بنت طفیل الرحمن ہاشمی، بنت محمد فہیم کھتری۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔

شوہر کی نافرمانی بہاولپور: حاصل پور: بنت عارف علی۔ شاہدرہ: بنت نذیر احمد۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور، بنت واجد۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین، بنت ضیاء اللہ، بنت غلام رسول، بنت محمد احسان، بنت محمد شبیر، ہمشیرہ احمد علی، بنت غلام محمد۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت احسان اللہ۔ پاکپورہ:

بنت محمد نواز، بنت میاں محمد یوسف قمر، بنت سید ابرار حسین۔ تلواڑہ مغلاں: بنت محمد لطیف، بنت نصیر احمد، بنت محمد نعیم، بنت رفیق، بنت احمد رضا، بنت ناصر محمود، بنت جاوید سرور، بنت شہزاد، بنت عارف، بنت اللہ دتہ، بنت بشارت علی، بنت سائیں ملنگا، بنت محمد جمیل، بنت شاہد، بنت محمد ارشد، بنت محمد یسین، بنت مدثر اقبال، بنت محمد اشرف، ہمشیرہ غلام عباس، بنت رانا محمد سجاد، بنت محمد بوٹا، بنت افضل، بنت نذیر احمد، بنت فیصل، بنت محمد طارق، بنت رضا مصطفٰے، بنت محمد انور، بنت محمد ندیم، بنت محمد ارشد، بنت اظہر، بنت ادریس بیگ، بنت منیر احمد، بنت نذیر احمد، بنت مطیع الرحمن، بنت طارق، بنت عبد الوحید، ہمشیرہ احمد طارق، بنت محمد آصف۔ شفیع کا بھٹہ: بنت سلیمان، بنت محمد ندیم، بنت محمد وسیم، بنت عتیق، بنت فضل الٰہی، بنت جاوید اقبال، بنت عارف محمود، بنت محمد اشرف، بنت خوشی محمد، بنت محمد عارف، بنت محمد جمیل، بنت اشفاق، بنت محمد امجد، بنت صغیر احمد، بنت آصف، بنت اشفاق احمد، بنت عبد المجید، بنت عبد الرزاق، بنت نواز، ہمشیرہ زین، ہمشیرہ علی حسن کریمی، بنت محمد امین، بنت خالد حسن، بنت فرید علی، بنت رفاقت حسین، بنت ناصر علی، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت شبیر احمد، بنت واجد لطیف اعوان، بنت محمد ارشد، بنت فاروق، بنت اعجاز، بنت سعید، بنت محمد جاوید، بنت محمد رمضان، بنت ناصر، بنت کاشف شیر از، بنت اویس، بنت ارشد، بنت محمد یعقوب، بنت رضا، بنت سرمد، ہمشیرہ احسان الٰہی، بنت ذو الفقار انور، بنت محمد کاشف، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت محمد یوسف، بنت محمد جان، بنت محمد عرفان، بنت افتخار احمد، بنت طاہر، ہمشیرہ حافظ بلال بغدادی، بنت محمد طارق، بنت عبد الماجد، بنت محمد یعقوب، ہمشیرہ بلال حبیب، بنت تنویر، بنت امجد پرویز۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت غلام حیدر، بنت رضوان، بنت شمس، ام مشکوۃ، بنت محمد بشیر، بنت الیاس اعوان، بنت محمد سلیم، بنت رمضان، بنت محمد عنصر، اخت سلطان، بنت اصغر، بنت محمد فیاض، بنت عبد القیوم، بنت محمد جمیل، بنت الیاس، بنت محسن علی، بنت شاہد، بنت عبد الرحمن، بنت باصر، بنت محمد ارشد، بنت طارق محمود، بنت سجاد حسین، بنت سید تصور حسین، بنت سماں، بنت ظہور الٰہی، بنت سرفراز، بنت محمد منیر، ہمشیرہ محمد احمد رضا، بنت محمد ندیم، بنت شاہد، بنت ریاض، بنت طارق فاروق، بنت امیر حیدر، بنت ایاز خان، بنت لیاقت علی، بنت ذو الفقار علی، بنت شبیر۔ مظفر پورہ: بنت محمد الیاس، بنت محمد شہباز، بنت شبیر، بنت اعجاز احمد، بنت نعمان شہزاد، بنت اعظم، بنت محمد شہباز، بنت اعجاز، بنت محمد یاسر، بنت محمد اعظم، بنت ملک امجد سہیل، بنت محمد نواز، بنت خلیل احمد۔ معراجکے: بنت نصیر احمد، بنت رضا حسین، بنت عنایت اللہ، بنت لیاقت علی، بنت امجد علی، بنت محمد شوکت، بنت ساجد حسین ہاشمی، بنت محمد افضل بھٹی، بنت ظفر اقبال، بنت ضیاء، بنت محمد ذو الفقار، بنت شہزاد حسین، بنت امانت علی، بنت جاوید اقبال، بنت مختار احمد، بنت محمد ہارون، بنت محمد شفیق، بنت سلیم، بنت محمود حسین، بنت خواجہ احمد، بنت شہزاد کامل، بنت عبد الرزاق، بنت افتخار احمد، ام ہانی، بنت ہدایت اللہ، بنت عبد الستار مدنیہ۔ فیصل آباد: بہار مدینہ: بنت لیاقت علی۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: بنت گل حسن۔ دھوراجی: بنت محمد عدنان۔ نارتھ کراچی: بنت وسیم بیگ۔ ملتان: دوکوٹہ: بنت محمد ممتاز۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ ویسٹ بنگال: بنت شہاب۔ عرب شریف: بحرین: بنت مقصود۔ ہند: حیدر آباد: بنت خواجہ معین الدین۔

اولاد بگڑنے کے اسباب

بنتِ مدثر عطاریہ (درجۂ خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز، صدر راولپنڈی)

(اول پوزیشن)

موجودہ دور میں عام انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک طرف معاشی پریشانیاں تو دوسری طرف گھریلو مسائل جان کھا رہے ہیں۔

فکرِ معاش بد بلا ہولِ معاد جاں گزا

لاکھوں بلا میں پھنسنے کو رُوح بدن میں آئی کیوں

انہی درپیش مشکلات میں بڑھتی ہوئی پریشانی اولاد کا بگڑنا بھی ہے۔ اولاد بات نہیں مانتی، ہاتھ میں نہیں رہی وغیرہ وغیرہ آوازیں معاشرے کے ہر دوسرے فرد کی پکار ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آخر اس کے پیچھے وجوہات کیا ہیں؟ آئیے! ان میں سے چند کو جاننے کی کوشش کرتی ہیں:

والدین کا کردار

بچے کا ذہن سادہ تختی کی طرح ہوتا ہے اور اس پر نقش کرنے کے لئے قلم والدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اولاد کو سنوارنے یا بگاڑنے میں والدین کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ ابھی بچہ ہے؛ کہہ کر توجہ نہ دینا، اپنی نجی مصروفیات خصوصاً موبائل کو وقت دینا اور بچوں کو نظر انداز کر دینا، زیادہ پیسے کمانے کے چکر میں اولاد کو ڈے کیئر یا آیا کے حوالے کر دینا وغیرہ تربیتِ اولاد سے لاپروائی برتنے کے انداز ہیں۔

یونہی اگر دین دار طبقے کی بات ہو تو معاشرے کو نیکی کی دعوت دینے کی کڑھن تو ہوتی ہے لیکن اپنی اولاد کو سمجھانے

کی طرف ذہن نہیں جاتا۔(الا ماشاء اللہ) پھر جن کا تربیت کرنے کا ذہن ہو بھی تو بے جا سختی اور بلاوجہ کی ڈانٹ ڈپٹ بچے کو مزید ضدی اور والدین کا باغی بنا دیتی ہے۔

یاد رہے کہ کسی کی تربیت کے لئے خود بھی تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے اور والدین کے لئے فی زمانہ بہترین تربیت کا ذریعہ مدنی مذاکرہ ہے۔

دینی تعلیم سے دوری

بعض والدین کو اولاد کا دنیاوی مستقبل روشن کرنے کی تو فکر ہوتی ہے لیکن اخروی زندگی کی طرف دھیان نہیں ہوتا۔ دنیا سنوارنے کی خاطر والدین اپنی اولاد کو کافروں کے ہاتھوں تک میں دینے سے گریز نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآنِ کریم میں کافروں کو دوست تک بنانے سے منع فرمایا گیا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (پ5، النسآء: 144) ترجمہ: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

آج والدین کی اکثریت یہ تو چاہتی ہے کہ میرا بچہ انگریزی بولے لیکن اس کو قرآنِ کریم درست پڑھنا آتا بھی ہے یا نہیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ لہٰذا اولاد کو اسلام کے بنیادی عقائد و اسلامی تعلیمات کا علم نہیں ہوتا اور یہ جہالت اسے نعوذ باللہ کفر کے گہرے گڑھے میں بھی جھونک سکتی ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال

ماڈرن ٹیکنالوجی کے جہاں بے شمار فائدے ہیں وہیں اس کے بے شمار نقصانات بھی ہیں۔ خصوصاً موبائل فون کا اولاد کے بگڑنے میں بڑا کردار ہے۔ والدین اسے بچے کو چپ کروانے کا کھلونا سمجھتے ہیں اور بچپن ہی سے اس کے ہاتھ میں موبائل اور گیجٹس تھما دیتے ہیں، لہٰذا بچہ ان کا عادی ہوتا چلا جاتا ہے، پھر پڑھائی کے نام پر انٹرنیٹ کا استعمال مزید بڑھتا ہے۔ اچھے برے کی تمیز نہ ہونے کے باعث بچے کسی بھی سوشل میڈیا ایکٹیوسٹ کو اپنا رول ماڈل بنا لیتے ہیں اور والدین کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بچہ ہماری بات نہیں سنتا۔

اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے والدین سب سے پہلے اپنے سوشل میڈیا استعمال کو کنٹرول کریں اور پھر اولاد کو کوالٹی ٹائم بھی دیں۔

بری صحبت

گھر میں چاہے کتنا ہی بہترین ماحول ہو لیکن صحبت پھر بھی مُؤثِّر ہوتی ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

(اچھے کی صحبت تجھے اچھا اور برے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی)

پڑوس میں لگی آگ کا دھواں متاثر ضرور کرتا ہے۔ کوشش کی جائے کہ وقتاً فوقتاً اولاد کی صحبت کی جانچ پڑتال ہو اور انہیں نیک ماحول فراہم کیا جائے۔ الحمد للہ! دعوتِ اسلامی اس دور میں امید کی کرن ہے، لہٰذا بچوں کو اس دینی ماحول کا عادی بنانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے تعلیمی اداروں (مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ، دار المدینہ، فیضان اسلامک اسکول، فیضان آن لائن اکیڈمی) میں داخل کروائیے۔

بد دعا

والدین کو اپنی اولاد بہت عزیز ہوتی ہے لیکن بعض والدین خصوصاً ماؤں کی بات بات پر بد دعا دینے کی بری عادت ہوتی ہے۔ بھاڑ میں جا، تیرا ستیاناس ہو، یہ الفاظ عام ہیں اور پھر جب واقعی ایسا ہو جائے تو والدین ہی پریشان ہوتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: اپنی جانوں، اپنی اولاد اور اپنے مالوں پر بد دعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ پاک سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہ ہی دعا قبول ہو جائے۔[1] اللہ پاک ہمیں اور ہماری اولاد کو سیدھے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

نیکیاں بھی کرے سنتوں پر چلے دیں پہ قائم سدا میری اولاد رکھ

---

[1] مسلم، ص1226، حدیث: 7515

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے دسمبر 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		1032479	319648	1352127
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		114703	40627	155330
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	11608	4,978	16586
	پڑھنے والیاں	107351	37683	145034
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	11186	5694	16880
	شرکائے اجتماع	416402	159186	575588
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		140335	41611	181946
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		36782	13891	50673
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		742072	144753	886825
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		105786	42761	148547
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	2345	2535	4880
	شرکائے مدنی کورسز	31559	51896	83455

35واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے مئی 2025

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے نواسیوں سے محبت
2. لالچ
3. شوہر کو خوش رکھنے کے طریقے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 فروری 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات گجرات

الحمدللہ مرشدِ کریم کی نگاہِ کرم سے دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات رنگ پورہ گجرات** کا سنگِ بنیاد 2019 میں رکھا گیا اور باقاعدہ افتتاح اپریل 2024 کو نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن اُمِّ میلاد باجی کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔ اللہ پاک فیضانِ صحابیات کے لئے زمین وقف کرنے والے عاشقِ رسول کی کاوش کو اپنی پاک بارگاہ میں قبول فرماکر اس ادارے کو ان کے لئے ثوابِ جاریہ کا سبب بنائے۔ آمین

فیضانِ صحابیات گجرات میں ہونے والے دینی کام

- الحمدللہ فیضانِ صحابیات گجرات میں رہائشی کورسز، مدنی مشوروں اور مختلف لرننگ سیشنز کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- روزانہ دو گھنٹے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے (یہاں پر چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دی جاتی ہے)۔
- بروز بدھ دوپہر 2 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک ہو کر اسلامی بہنیں علمِ دین کے مدنی پھول حاصل کرتی ہیں۔
- روزانہ 2 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی عمر کی خواتین کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net